

Due date
25.06.2010

~~05/06/2010~~
~~05/06/2010~~

2

مکتبہ ڈرامہ

اسیر حرص



ادبی
تنقیدی جائزہ

آغا حشر شیری

— (ترتیب) —

ڈاکٹر محمد شفیع مکرانی

آ ۱۱ ۱

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

جنوری ۱۹۸۴ء

بار اول

بارہ روپے

قیمت

نظامی پریس لکھنؤ

مطبوعہ
ST ۱۲



ALLAMA IQBAL LIBRARY



257632

»»» (ناشر) «»»

ALLAMA IQBAL UNIVERSITY
Iqbal Library
257632
27-2-86

اے۔ وپیشرز، نظیر آباد لکھنؤ

انتساب

والد محترم جناب پناہ محمد پناہ ہوبوی

کے نام

جنکی شفقتوں کے بغیر یہ کام

ممکن نہیں تھا



Allama Iqbal Library



257632

نام : ڈاکٹر محمد شفیع مکرانی

تعلیم : ایم اے، پی ایچ ڈی

پیدائش : ۱۹ جون ۱۹۵۰ء

بمقام : مہوباء ضلع ہمیر پور



والد محترم پناہ مہوبوی بندیل کھنڈ کے مشہور شاعر اور ادیب ہیں اسلئے
ادبی ماحول ورثہ میں ملا۔ جنگ آزادی کے مشہور سپاہی شیخ خدابخش جھانسی
میرے نانا تھے ان سے میں بے حد متاثر ہوا۔ شہناز جیسی شریک حیات،
مشرق جمیل، وجہ، پروفیسر گرگے جیسے دوستوں، استاد محترم ڈاکٹر صدیقی،
جی بی جو کسے اور شیوکار ایم پی میرے لڑکھڑاتے ہوئے قلم کو وقتاً فوقتاً
سہارا دیا اور اس مقام پر پہنچایا۔

اسیر حرص یہ مقدمہ لکھ کر اور اسے ٹھیک روپ میں شائع
کرا کے گویا آف احشر کاشمیری سے لیے ہوئے قرض کی پہلی قسط ادا کر رہا ہوں

(ڈاکٹر) محمد شفیع مکرانی

صدر شعبہ اردو فارسی

سیواسدن ڈگری کالج، برہانپور



فہرست مطالب

- | | |
|----|---------------------------------------|
| ۷ | (۱) حرف آغاز |
| ۱۱ | (۲) آغا حشر ایک نظر |
| ۲۳ | (۳) آفتاب محبت، مرید شک اور مار آستین |
| ۴۳ | (۴) اسیر حرص ایک جائزہ |
| | (۵) پس منظر |
| | (۶) سال تصنیف |
| | (۷) ماخذ اور قصہ |
| | (۸) پلینز ارد اور اسیر حرص |
| | (۹) سیاسی، سماجی اور ادبی حیثیت |

(vii) زبان و بیان

(viii) کردار نگاری

(ix) طنز و مزاح

(x) گانے اور اشعار

اسیرِ حرص اور اس کا اصلی روپ

۱۰۰

(۵) ڈراما، اسیرِ حرص، عرف، ظلم چنگیزی

۱۹۸

(۶) کتابیات (اردو، ہندی اور انگریزی)

۲۰۱

(۷) فہرست تصاویر

حرفِ آغاز

جب سے آغا حشر کشمیری کا انتقال ہوا۔ یہ بات شدت سے محسوس کی جاتی ہے کہ ان کے بھی ہندی۔ اردو کے ڈراموں کو چھپ کر منظر عام پر آنا چاہئے۔ بہت سے معتبر اشخاص نے کوششیں بھی کیں مگر کسی نہ کسی وجہ سے یہ کام پایہ تکمیل پر نہ پہنچ سکا۔ کچھ ڈرامے چھپے بھی ہیں لیکن ان میں اسی قدر اغلاط ہیں کہ ذہن الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اس کی کچھ اہم وجوہات ہیں۔

(۱) آغا حشر کے ڈرامے بنارس، بمبئی، مدراس، حیدرآباد، کلکتہ، چرکھاری اور لاہور وغیرہ جیسے مختلف شہروں میں لکھے گئے اسلئے ٹھیک طرح سے ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکے۔

(۲) جو کمپنی ڈرامے لکھواتی تھی وہ چاہتی تھی کہ ڈراما دوسری کمپنی تک نہ پہنچے۔

(۳) ڈرامے محدود کاپیوں میں چھپتے تھے۔

ان باتوں کے علاوہ ایک بات اور بھی تھی وہ یہ کہ کچھ ڈرامے ایک ہی

نام سے لکھے گئے مگر ان کا مواد الگ الگ تھا۔ مثال کے طور پر میں ڈرامہ "آنکھ کا نشہ" پیش کرتا ہوں۔

آغا حشر نے کلکتہ قیام کے دوران اپنی کمپنی کے لئے "آنکھ کا نشہ" لکھا تھا۔ بے حد کامیاب ہوا اس کی مقبولیت کو دیکھ کر مدن تھیرٹن کے مالک مدن سیٹھ نے محسوس کیا کہ یہ ڈرامہ بہت اچھا بنزفس دے سکتا ہے اس لئے اسے آغا حشر سے خریدنا چاہا۔ آغا حشر ان کے یہاں نوکری کر چکے تھے اور مدن سیٹھ تھیرٹن کی دنیا کی اہم شخصیت تھے۔ اس لئے حشر انکار نہیں کر سکے لیکن وہ اس ڈرامے کو کسی بھی قیمت پر فروخت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انھوں نے اصل ڈرامے سے ملتا جلتا ایک ڈرامہ فوراً مرتب کیا اور مدن سیٹھ کے یہاں بھیج دیا جس سے وہ بھی خوش ہو گئے اور آغا حشر کا کام بھی ہو گیا۔ مدن سیٹھ نے اسے شائع بھی کر دیا۔ آغا حشر کی کمپنی کسی وجہ سے بند ہو گئی اور اصل ڈرامے کو دوبارہ منظر عام پر لانے کا موقع نہیں ملا مگر چرکھاری میں انھیں بھی طرح کی سہولتیں میسر ہوئیں تو انھوں نے یہاں یہ ڈراما اسٹیج بھی کرایا اور اسٹیٹ کے "ولسن پریس" سے ۱۹۲۶ء میں محدود کاپیوں میں چھپوایا بھی۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کلکتہ والا ڈراما بنزفس کے نظریے سے چھپوایا گیا تھا اس لئے خوب شہیر ہوئی اور لوگوں نے اسے خوب خریدا۔ یہ بات الگ ہے کہ وہ نقلی تھا مگر چرکھاری والا ڈرامہ ہزار چرکھاری نے شوقیہ چھپوایا تھا اور چند کاپیوں میں تاکہ محفوظ رہے اس لئے وہ پبلک تک نہیں پہنچ پایا۔ یہی نہیں اس کے بعد ہی ڈرامہ طرح طرح سے چھاپا گیا جس کا اصل ڈرامے سے دور دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ان حالات میں قارئین و ناقدین کے پاس وہ ڈرامے پہنچ سکے جو زیادہ تعداد میں شائع ہوئے۔

یہی کہانی آغا حشر کے تقریباً سبھی ڈراموں کے ساتھ چلتی ہے آغا حشر کی زندگی
میں دیا سنگھ اینڈ سن لاہور ہے۔ ایس سنت سنگھ لاہور اور نارائن دت سہگل
لاہور نے اردو میں دو کورتھیں تھیں کلکتہ و سن پرسی چرکھاری نے ہندی میں
کچھ ڈرامے شائع کئے تھے۔

ان کے انتقال کے بعد ہندی میں تو ان کے نام سے بہت سے
ڈرامے چھپے جن میں بعض آغا حشر کے ہیں ہی نہیں۔ کچھ میں صرف ڈرامے
کا اور آغا حشر کا نام ہے باقی ترجمے الوداد کے نام پر لوگوں نے اپنے
ڈرامے چھاپ دیئے اور کچھ واقعی ان کے ہی ڈرامے ہیں تو اس قدر غلطیاں
ہیں کہ ڈراموں کا حلیہ ہی بدل گیا ہے۔
اردو میں آغا حشر کے دوست مظفر شمیم اور سید وقار شمیم کا تھیں احسان
مند ہونا چاہئے کہ انھوں نے وقت کی گرد کے تلے دبے ہوئے کچھ ہیروں
کو زکال کر انھیں صاف کیا اور عوام کے سامنے پیش کر دیا یہ بات الگ ہے
کہ انھیں آغا حشر کے ڈراموں کے روپ میں دبے ہوئے تمام ہیروں نے مل
سکے اور رہ جو انھیں ملے ان کی پوری گرد بھی نہیں ہٹا سکے مگر یہ کیا کم ہے کہ
وہ منظر عام پر آ گئے۔ اس کے بعد آغا حشر کے جتنے ڈرامے شائع ہوئے یا
اقتباسات پیش کئے گئے ایسا لگتا ہے سب نے انھیں دونوں کے شائع
کئے ہوئے ڈراموں کی نقل کی ہے کیونکہ جو غلاطی اور کمیاں ان کتابوں میں پائی
جاتی ہیں وہ ہر ایک کے یہاں موجود ہیں۔

انھیں سب باتوں کی وجہ سے آغا حشر کے ڈرامے ٹھیک طرح سے منظر عام
پر نہیں آ سکے جس کی وجہ سے آغا حشر کی ڈرامہ نگاری اور ان کی صلاحیتوں کا

ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا ناقدین و سامعین کے سامنے جو ڈرامے چھپ کر آئے
وہ ان کی ڈرامہ نگاری کی صحیح تصویر ابھارنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور آغا حشر
کو اردو ہندی ادب میں وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا جس کے وہ مستحق تھے۔

آغا حشر کا شمیری کے بھی اردو ہندی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ڈراموں میں
سے بیشتر بفضل الہی میرے پاس محفوظ ہیں جنہیں اصلی اور ٹھیک کہا جاسکتا ہے
یہ ڈرامے جہ خاکسار کو اس وقت مختلف شہروں سے دستیاب ہوئے جب میں
پما پٹ ڈی کی ڈگری کے لئے "آغا حشر کے ڈراموں کا تنقیدی مطالعہ" عنوان
کے تحت مقالہ تیار کر رہا تھا جب میں نے انھیں ان تمام کسوٹیوں پر کس لیا
جو میرے نزدیک ضروری تھیں اور میں مطمئن ہو گیا کہ یہ آغا حشر کے ہی ڈرامے
ہیں اور صحیح بھی ہیں تو اب میں اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں کہ انھیں عوام کے
سامنے پیش کر دوں جن کی مدد سے آغا حشر اور ان کے فن پر نئے نئے زاویوں
سے روشنی پڑے گی۔

اس سلسلے کے تحت خاکسار کا تحقیقی مقالہ اور آغا حشر کے بھی ڈرامے
شائع ہو کر انشاء اللہ جلد سے جلد منظر عام پر آجائیں گے تو یقیناً دنیا کے
سامنے آغا حشر کی ایک نئی تصویر ابھر کر سامنے آئے گی۔

ڈاکٹر محمد شفیع مکرانی
صدر شعبہ اردو فارسی
سینوا سدن ڈگری کالج برہانپور

آغا حشر پر ایک نظر

آغا حشر کے آباؤ اجداد کشمیری شیخ اور پیر زادے تھے ان کے والد غنی شاہ
۱۸۶۸ء میں اپنے ماموں سید احسن شاہ عرف پیر جی کے ساتھ بنارس تک
آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ یہیں ان کی شادی اپنے ماموں کے دوست شیخ
عبدالرحمن کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی ان کے کچھ رشتہ دار امرتسر میں بھی
رہتے تھے۔ غنی شاہ ایک بار اپنی بیوی کے ساتھ امرتسر گئے یہیں ادنی
شال کی دوکان کھول لی اسی درمیان آغا حشر ۴ اپریل ۱۸۷۹ء بمبئی ورنجہ
مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۹۶ء کو پیدا ہوئے۔

زمانے کے مطابق اردو و فارسی اور عربی کی تعلیم گھر پر ہی ہوئی اور والد
غنی شاہ نے اپنی دوکان امرتسر سے بنارس منتقل کر لی آغا محمد شاہ جو بعد میں
حشر مشہور ہوئے یہاں جئے نارائن کالج میں داخل کر دئے گئے۔ اس وقت

بنارس ادب کا گہوارہ تھا خوب مشاعرے بھی ہوا کرتے تھے آغا محمد شاہ کو بھی شوق ہوا۔ حشر تخلص رکھا اور مرزا محمد حسن فائز سے اصلاح لینے لگے۔
 ۱۸۹۶ء میں تینو چند کھٹک کی تھیٹر ریکل کمپنی بنارس آئی کسی بات پر آغا حشر ناراض ہو گئے اور "مریخ الاخبار بنارس" میں کمپنی کے خلاف ایک مضمون شائع کر دیا یہی وہ وقت تھا جب آغا حشر ڈرامے کی طرف راغب ہوئے۔

آغا حشر کی طبیعت بنارس میں نہیں لگی کیونکہ یہاں انھوں نے اپنا لکھا ہوا ڈرامہ "آفتاب محبت" الف خاں صباب اور احسن لکھنوی کو دکھایا مگر انھوں نے کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ کہا "اوٹا ہے کیا جانے" آغا حشر نے سوچا ایسے کام نہیں چلے گا بمبئی جانا چاہئے جو اس وقت تھیٹر ریکل کمپنیوں کا مرکز تھا گھر سے بھاگ کر بمبئی پہنچے یہاں انفر ڈ کمپنی کی دھوم تھی اور احسن اس کے ناخدا تھے آغا حشر نے بہت کوشش کی مگر کمپنی میں کام نہ مل سکا۔ چونکہ احسن "آفتاب محبت" کے تیور دیکھ چکے اس لئے انھوں نے حشر کو کامیاب نہیں ہونے دیا آغا حشر کو یہ تدامت کھائے جارہی تھی کہ اب کس منہ سے گھر واپس جائیں کہ اسٹیشن پر ایک پرانے دوست سے ملاقات ہوئی وہ انھیں انفر ڈ کمپنی کے مالک کاڈس جی پائسن جی کھٹاؤ کے پاس لے گئے اور سب حال کہہ سنایا وہ اس وقت چائے نوش فرما رہے تھے۔

انھوں نے آغا حشر سے "چائے کی پیالی" کے بارے میں کچھ اشعار کہنے کی فرمائش کی آغا حشر نے فوراً ایک نظم کہی اور سنادی وہ بہت خوش ہوئے اور انھیں تین سو روپے ماہوار پر منشی کی حیثیت سے کمپنی میں رکھ لیا یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت احسن کی تنخواہ ساٹھ روپے تھی۔

حشر کو نوکری تو مل گئی مگر پیر جانے کے لئے کوئی ایسا کارنامہ کرنا چاہتے تھے
حسن سے بازی مار لے جائیں ادھر کاؤس جی نے فرمائش کر رکھی تھی کہ کسی انگریزی
درائے کا ترجمہ کر ڈالو۔ وہ تھیرونگ میں ایک ٹوٹی کرسی پر بیٹھ کر بکس کو میز بنا
کر کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے۔ اسی زمانے میں ایک پوریشن میم اس کمپنی میں ملازم تھی
جسے اردو اور انگریزی پر بیک وقت قدرت حاصل تھی۔ آغا حشر سے وہ بہت
بہت تاثیر ہوئی اور اس نے وہ سبھی ڈرامے آغا حشر کے حوالے کر دیئے جن کا ترجمہ
اس نے اپنے طور پر انگریزی سے اردو میں کر رکھا تھا۔ اب کیا تھا حشر کو منہ مانگی
مراد ملی اور وہ ڈرامہ زگاری کی دشوار گزار راہوں میں اس شان سے چلے کہ کوئی
ان کی گرد کو بھی نہ پاسکا۔ اسی زمانے میں مجبے کے مشہور شاعر حکیم نجل حسین سے آغا حشر
ایسی ٹھن گئی اور انھوں نے حکیم صاحب اور ان کے شاگردوں کے اعتراضات سے
بچنے کے لئے اپنی شاعری کو فنی عیوب سے پاک کر لیا۔ اسی دوران مشہور زمانہ
شاعر داغ کے بھی شاگرد ہوئے جس سے شاعری میں نکھار پیدا ہو گیا۔ مولانا ابوالکلام
زاد کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہنا، پادریوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرے
کرنا بھی انھیں خوب راس آ یا جس کا بھرپور استعمال انھوں نے زندگی پھر اپنی
ایک ڈرامہ زگاری میں کیا۔

آغا حشر اپنی زندگی کا پہلا ڈرامہ "آفتاب محبت" بنارس میں لکھ چکے تھے
جوابہ اکبر پریس بنارس میں ۱۸۹۵ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا ڈرامہ انھوں
نے مجبے آکر انفراد کمپنی کے لئے ۱۸۹۹ء میں لکھا جس کا نام "مرید شک" تھا
اسی سال ایک ڈرامہ اور لکھا جس کا نام "مارِ آستیں" تھا اب آغا حشر کی تنخواہ

اس کے

پچھتر روپے ماہوار ہو گئی تھی اور ان کا قلم بھی تیزی سے چلنے لگا تھا اسی دوران
 انھوں نے ٹریڈن کے "پیزار" کو سامنے رکھ کر ایک خوبصورت ڈرامہ تصنیف فرمایا
 نام رکھا "اسیر حرص" جس نے سارے ہندوستان میں تہلکا مچا دیا۔ ڈرامے
 کے شوقین اس ادیب کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہوا تھا جس نے "اسیر حرص"
 لکھا تھا۔ جن کمپنی مالکان نے "آفتاب محبت" کو ایک نظر دیکھنا گوارہ نہ کیا تھا
 اب شر کے پیچھے پیچھے پھرنے لگے۔ اور وادب کے افق پر ایک درخشاں ستارہ
 نمودار ہو چکا ہے اس بات کا احساس اس وقت ہندوستان کے ہر ادیب کو
 ہو چکا تھا۔ آغا حشر ایک سو چار سو روپے ماہوار پر "نوروز جی پری" کی کمپنی سے
 وابستہ ہو گئے اور سالہ ۱۹۰۱ء میں "پچھتر روپے" کی نام سے ایک
 ڈرامہ لکھا بعد میں اس کمپنی کے لئے "دام حسن" تصنیف کیا سالہ ۱۹۰۲ء جسے بعد میں
 الفرد کمپنی کے لئے "شہید ناز" کے نام سے دوبارہ لکھا۔ سالہ ۱۹۰۵ء اسی سال
 کے آخر میں آغا حشر نے دستور یہ قیصر لیکل کمپنی کے لئے "ہارا جیتا" کے نام سے
 ایک ڈرامہ لکھا، خورشید جی مہربان جی بالی والا کی کامیابی کو دیکھ کر دادا
 بھائی ٹھوٹھی نے آغا حشر کی تنخواہ دو سو روپے مقرر کر دی اور دوبارہ اس
 ڈرامے کو لکھنے کی فرمائش کی آغا حشر نے اس بار اسے "سفید خون" کا نام انھوں
 نے اسے یارسی قیصر لیکل کمپنی کے ذریعہ سالہ ۱۹۰۶ء میں اسلئے کیا۔ اس کے بعد
 "ٹھنڈی آگ" "شام جوانی" اور "نعرہ توحید" لکھے مگر یہ زیادہ مقبول نہیں
 ہوئے تھیں "اسیر حرص" "شہید ناز" اور "سفید خون" جیسے کامیاب ڈراموں نے
 آغا حشر کی مقبولیت کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے۔

بمبئی میں ہر تھریٹرکل کمپنی چاہتی تھی کہ آغا حشر اس کے لئے کام کریں جو لوگ
 ان سے بات کرنا پسند نہ کرتے تھے آج قدم چوم رہے تھے آغا حشر بمبئی سے
 مدراس جا پونچے کہ وہیں کو کچھ سکون ملے یہاں انھوں نے ۱۹۰۶ء میں "صدید
 ہوس" لکھا۔ بعد میں بمبئی والے انھیں واپس لے آئے نیوال فریڈ کمپنی نے
 صدید ہوس اسٹیج کیا اس کے بعد ۱۹۰۸ء کی ابتداء میں انھوں نے اس کمپنی کیلئے
 "خواب ہستی" لکھا۔ اس کے بعد آغا حشر نے سہراب جی ادگرما کے لئے وہ شاہکار
 تصنیف فرمایا جس نے انھیں انڈین شکسپیر بنا دیا یہ ڈرامہ ۱۹۰۸ء کے آخر میں
 لکھنا شروع کیا اور ۱۹۰۹ء کے آغاز میں اسٹیج پر آگیا تھا "خوبصورت بلا"
 جس کے شو بمبئی اور دہلی کے علاوہ اور بھی کئی شہروں میں بڑی کامیابی سے
 ہوئے۔ خورشید جی اس ڈرامے میں خود کامک کارول ادا کرتے تھے جس
 وقت اس کے شو حیدرآباد میں ہو رہے تھے تو آغا حشر کی ملاقات راجہ راکھو
 بندر راول خلق دار حیدرآباد سے ہوئی جو ایک کمپنی کھولنا چاہتے تھے ۱۹۱۱ء میں
 کمپنی کھلی بعد میں آغا حشر ہی پوری کمپنی کے مالک بن گئے اسی کیلئے انھوں نے
 "سلورکنگ" لکھا۔ اس کمپنی نے ملک میں کئی شو کئے مگر زیادہ دن نہیں چل سکی
 اور ٹوٹ گئی۔ آغا حشر کو بہت صدمہ ہوا اور وہ سیدھے لاہور پہنچے۔
 لاہور میں اس وقت تھریٹر کے شائقین کی تعداد بہت بڑی تھی بہت سی
 چھوٹی بڑی کمپنیاں وہاں قائم تھیں حشر کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا گیا
 ۱۹۱۱ء میں حکیم احمد شجاع جیسے عظیم ڈرامہ نگار آغا حشر کے شاگرد ہوئے یہاں رہ کر
 انھوں نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اپنے ڈرامے شائع کرائے یا کسی معتبر ہستی کی فرمائش پر

چھاپنے کی منظوری دے دی، جن میں "بھائی دیال سنگھ اینڈ سنس" تاجران کتب
 لوہاری گیٹ لاہور کے چھاپے ہوئے ڈرامے بہت مقبول ہوئے ان کتابوں
 کی شہیر سے آغا حشر کے اسوقت کے ڈراموں کا ٹھیک ٹھیک پتہ چل جاتا ہے۔
 اسی زمانے میں جالندھر میں بھائی گیان سنگھ کی کمپنی خوب دھوم مچائے
 ہوئے تھی جب ان کو معلوم ہوا کہ آغا حشر لاہور ہی میں مقیم ہیں تو انھیں بلوا بھیجا اور
 اپنی کمپنی میں ۱۹۱۲ء میں ہمشاہرہ پانچ سو روپے ڈرامہ نگار کی حیثیت سے تقرری
 فرمادی۔ اس کمپنی نے کچھ شوالہ "انبالہ" میں کئے اس کے بعد امرتسر پہنچی اور
 یہیں ختم ہو گئی۔ انبالہ قیام کے دوران مشہور ڈرامہ نگار حشر امبالوی شاکر د
 ہوئے۔

آغا حشر کی شادی ان کے دوست حکیم فقیر محمد چشتی نے لاہور میں کمرالی تھی۔
 ایک لڑکا نادر شاہ پیدا ہوا مگر ۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کو تقریباً ۳ ماہ کی عمر میں اس کی
 انتقال ہو گیا اسی صدمہ میں بیوی بھی سر مئی ۱۹۱۲ء ۱۳۲۲ھ میں انتقال فرما گئیں
 عبداللطیف تیشی نے تاریخ وفات یہی ہے۔

"بجھا شمع شبستان وفا آہ"

۱۹۱۳ء میں لاہور پہنچ کر حشر نے اپنی ذاتی کمپنی کھولی اس کا نام انڈین شیکسپر
 ٹھیٹر لیکل کمپنی آف لاہور رکھا۔ آغا حشر کے پہلے کے لکھے ہوئے ڈرامے اس
 میں دوپٹے سے چلنے لگے۔

اب آغا حشر اتنے مشہور ہو چکے تھے اور لاہور والے ان کا اتنا احترام کرتے
 تھے کہ اقبال جیسے مشہور زمانہ شاعر بھی اس جلسہ میں نظم نہیں پڑھتے تھے جس میں
 آغا حشر نظم پڑھتے تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں کے لئے حشر نے

ستورد فٹنٹن لکھیں جن میں "شکر یہ یورپ" جو ۱۹۱۳ء کو طبع ہوئی اور سون
 زم زم۔ جو ۱۹۱۴ء کو طبع ہوئی بہت مشہور ہوئیں۔ اسی زمانے میں ڈراما "یودی
 کی لڑکی" تصنیف فرمایا آغا حشر کھنٹی نے کر لکھنؤ سے الہ آباد جاتے ہوئے بنارس
 پہنچے یہاں سے ٹینے گئے اور آخر اس وقت کے ڈراما نگاری کے مرکز کلکتہ میں
 تھنڈے گاڑ دیئے۔ یہاں کھنٹی تو ٹھیک چلی مگر قسمت نے ساتھ نہیں دیا ایک حادثہ
 پیش آیا اور سہری بڑی ٹوٹ گئی ان کے چھوٹے بھائی آغا محمود بھی ساتھ چھوڑ کر چلے
 گئے کھنٹی میں ان کے بہت سے رشتہ دار تھے کھنٹی انھیں کے سپرد بھی مگر انھوں نے حشر کو
 دھوکا دیا بکنگ کا سارا پیسہ پیش پستی میں اڑا دیا۔ حشر کھنٹی کی بگڑتی حالت دیکھ کر
 پریشان سے رہتے مارواڑیوں کا نذر کیا ہوا روپیہ بھی لگاتے جاتے مگر کھنٹی نہیں
 سنور سکی جب کلکتہ سے چلے گئے تب کھنٹی کے ایک آرٹسٹ لالہ رام چندر نے انھیں
 خبر دی کہ کہاں گھیلے ہو رہا تھا مگر اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔ کھنٹی امرتسر گئی اسکے
 بعد سیالکوٹ جا کر ختم ہو گئی اور اپنی لٹی لٹی کھنٹی نے کریم کلکتہ واپس آ گئے اس وقت
 کلکتہ میں "مدن فقیرس" کی دھوم مچی جسے سیدان فقیرس بھی کہا جاتا تھا آغا حشر کو
 کھنٹی کے مالک نے بڑی خوشی سے ایک سزار روپیے ماہوار پر ڈراما نگاری کی حیثیت
 سے کھنٹی میں رکھ لیا۔ آغا حشر اس کھنٹی سے تقریباً پانچ برس منسلک رہے اس میں
 انھوں نے چلک اور ماحول کا خیال رکھ کر عبارت دہنی ۱۹۱۲ء، بلو شگل ۱۹۱۵ء
 شیر کی گرج ۱۹۱۵ء، اور مہر ملی ۱۹۲۰ء میں لکھے۔ مدن صاحب کے
 فرام جی نے ایک فلم کھنٹی قائم کی جس میں حشر نے ڈائریکشن بھی دیا اور ایکٹنگ بھی
 کی پیشنس کوپر کے ساتھ انھوں نے کئی فلموں میں کام بھی کیا۔ اپنے ڈرامے عبارت دہنی

برہم فلم بنائی جس میں "آئینہ کاروں خود ادا کیا۔ اس کے بعد انہوں نے
 "نور اذکار" نامی فلم اور "سند و سان" قدیم جدید" ۱۹۲۱ء میں بنیے اور
 تری جیو رضا شروع کیا ۱۹۲۲ء میں مکمل ہو گیا اور ۱۹۲۳ء کو اسکا پہلا شہن قہیر میں نکلا گیا ۱۹۲۲ء میں پہلا بار
 دہلی آیا اور اچھا لگا۔ ۱۹۲۳ء نوامبر میں الفنس ڈراما کسپی نے اسکا شو کیا
 "۱۹۲۴ء میں شہر ڈرامہ آنکھ کانشہ لکھا جسے "مدن قہیر" کے اسٹیج پر دکھایا گیا
 جس وقت گاندھی جی کو ننگ اندازیا میں قابل اعتراض تصویروں پر پابندی
 لی شرا ہوئی ترک سوالات تحریک سر پرٹنے لگی آغا حشر نے بھی دلی کی سیاست میں
 حصہ لینا چاہا مگر دوستوں نے سمجھایا کہ آپ ڈرامہ نگاری کے ذریعہ ہی ملک و قوم کی
 زیادہ خدمت کر سکتے ہیں پس اسی وقت سے آغا حشر نے غریب کی دنیا کو شروع
 کر دیا ۱۹۲۵ء میں یہ ڈراما مکمل ہو چکا تھا اسی وقت آغا حشر نے "دل کی پیاس"
 کہنا شروع کر دیا اور جلد ہی روکھی پورا ہو گیا اور مدن قہیر نے اسے ۱۹۲۵ء
 میں اسٹیج کیا۔ اس کے بعد آغا حشر نے کوئی نیا ڈراما شروع نہیں کیا بلکہ اس
 ڈرامے پر نظر ثانی کرنے لگے جسے ۱۹۱۵ء میں "عشق و فرض" کے نام سے لکھ
 چکے تھے اس کو انہوں نے ۱۹۲۶ء تک نئے قالب میں ڈھال دیا اور نام رکھا
 "رستم و سہراب"

نومبر ۱۹۲۵ء کو جہا راجہ چرکھاری ارمون نگہ جو دیوانے مہا جبین محمد
 یحییٰ علوی (پرائیوٹ سکریٹری) اور امید خاں صاحب (راے ڈی سی) وغیرہ کے
 ساتھ کلکتہ گئے آئے تو رخصتیں کسپی کی دھوم مچی اور ڈراما آنکھ کانشہ چل رہا
 تھا کسی بات پر جہا راجہ چرکھاری کے مہا جبین اور کسپی کے منیجر کے بیچ کہا سنی ہو گئی

اور ہمارا جس نے کمپنی خرید لی۔ بہت سے انکیرڈوں کو انہوں نے چرکھاری کے جانے کیلئے
 رخصت کر دیا جن میں آغا حشر بھی تھے۔ سائنہ میں مشہور سر سید فاروق خان، اداکاروں میں
 نیدت رام داس نکاح، البشر، گووند رام، گنیت لال ڈانگی، پھول چند، کھیم راج پوار
 اور بھمن داس جیسے اسٹیج کے ستارے تھے جو پہلے کمپنی میں آغا محمود کے ساتھ
 آئے بعد میں آغا حشر بھی جنوری ۱۹۲۷ء کو چرکھاری پہنچے ان کے ساتھ بھی تقریباً
 گیارہ اداکار تھے۔ آغا حشر کے ڈائریکشن میں چرکھاری میں سب سے پہلے مدھر
 مرقی ہوا۔ ہمارا بہت بہت خوش ہوئے اور سید اگر اوند چرکھاری میں ایک سستانی
 تعمیر ہائی تعمیر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آغا حشر کے لئے پندرہ سو روپے مالکان نے مقرر
 ہوا قیام و طعام کا بھی اتنا معمول انتظام تھا کہ آج بھی اس کو تھی کو دیکھنے سے تاشہ
 لگتا ہے جو آغا حشر کے رہنے کو دی گئی تھی۔ ہمارا آغا حشر نے لڑائی کی کہ
 "رامائن" کی کہانی پر کوئی ڈراما لکھ کیونکہ سید رامائیاں کے ماحول کے مطابق
 ہو گا اور بہت پسند کیا جائے گا۔ آغا حشر سینما پر داس کے خزان سے ملے
 قیام کے دوران ایک ڈرامہ لکھ چکے تھے انہوں نے اس کے کچھ حصے ہمارا حسبِ
 اس طرح سنائے کہ وہ کیفیت و سرور سے قہقہہ اٹھے آغا حشر نے چرکھاری قیام کے دوران
 دوبارہ لکھا ۱۹۲۷ء میں سید لگنے کے وقت شانہ اربال میں یہ ڈراما پیش کیا گیا۔
 ہمارا چرکھاری نے "ولسن ریس چرکھاری" میں اسے پہرہ لگا کر صرف تین کامیوں
 میں چھوڑ دیا تھا تاکہ کوئی اس کی نقل نہ اٹا سکے اس کے بعد آغا حشر نے "راما دوتا"
 ڈراما لکھا جو اس وقت بہت مشہور ہوا اس کی کہانی بھی "رامائن" سے ماخوذ ہے ۱۹۲۷ء
 میں برڈاما بھی اسٹیج پر آگیا تھا۔ ۱۹۲۸ء کو شام کے وقت آغا حشر

چرکھاری سے بنارس کے لئے روانہ ہوئے ایک دن ہوباد ہیر پور قیام کیا کہوں کہ
 فری ریویوے اسٹیشن ہی تھا۔ اس کے بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۲۸ء کو بنارس پہنچے چونکہ
 ۳۱ ستمبر ۱۹۲۸ء کو عید تھی اور حشر، عید میں بنارس پہنچنا چاہتے تھے اس لئے
 ہمارا چرکھاری نے انھیں اجازت دے دی تھی۔ آغا ستر زیادہ دن بنارس
 نہیں رہ سکے داس کلکتہ پہنچ گئے آغا حشر نے محسوس کیا کہ اب اسٹیج کی بنیادیں
 بل دی ہیں اور اب بولتی فلم کا جادو چلے گا اس لئے انھوں نے مدن تقیرس
 کے مالک فرام جی کی فلم کمپنی میں خود بھی ڈرامے لکھے اور دوسرے مصنفین کے
 ڈراموں پر سکا لے بھی لکھے جن میں "شیریں فریاد" دل کی آگ، قسمت کا شکار اور
 آتش طوفان وغیرہ بہت پسند کئے گئے اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں وہ موقی لال چٹیا
 کی ایٹ انڈین ٹیلی فلم کمپنی سے وابستہ ہو گئے اور مشہور زماطہ ڈرامہ عورت
 کا چار کوہیت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا اس کے ڈائریکٹر آغا حشر کے
 شاگرد کار وارجی اور ہر دن ان کی نورانیہ مختار سلیم تھیں۔ آغا حشر کی تحریروں میں
 بلا کا جادو تھا ہر فلم کمپنی چاہتی تھی کہ آغا صاحب اس کے لئے کام کریں "نیو تھئیرس"
 والوں نے انھیں اپنی کمپنی کے لئے راضی کر لیا۔ "یہودی کی راکھی" لکھا جس کے
 ڈائلاگ لکھنے کا معاوضہ انھوں نے ۱۹۳۳ء میں پندرہ ہزار روپے لیا تھا۔ اس
 فلم میں سہگل، ہیر و اور رتن بائی ہیر دن تھیں ڈائریکٹر نے یہودی کا ردل کیا تھا
 کمپنی کے مالک بی۔ این۔ سرکار نے انھیں حندی داس اور دیو داس کے ڈائلاگ
 لکھنے کے لئے بھی راضی کر لیا جو بہت مقبول و مشہور ہوئے۔
 اب آغا حشر کی صحت جواب دینے لگی تھی وہ کلکتہ سے لاہور روانہ ہو گئے

”بیوری کی لڑائی“ کی مقبولیت دیکھ کر حشر فلمی دنیا کی طرف راغب ہو گئے لاہور
 ہینچ کر ان کی ملاقات پرانے شاگرد شہر ڈراما نگار شجاع احمد شجاع سے ہوئی
 جو اس وقت پنجاب کی ایک اہم شخصیت بن چکے تھے۔ شاگرد اور اسناد مل جیسے
 نتیجہ میں حشر یکسر س (فلم کمپنی) کی بنیاد پڑی۔ آغا حشر نے طے کیا کہ کمپنی کی پہلی
 فلم ان کے شاگرد شجاع کے شہر ڈرامے ”بہشتیم رہ گیا“ پر مبنی ہوگی۔ حکیم احمد
 شجاع نے بہت چاہا کہ حشر اپنے ہی کسی ڈرامے پر فلم بنائیں مگر ”حشر“ کے آگے
 کس کی جھل سکتی تھی۔ فلم بن رہی تھی اور آغا حشر کی صحت جواب دہی جا رہی تھی
 وہ اٹھنے بیٹھنے سے عاجز ہو گئے۔ مختار سلیم ان کے ساتھ جاریہ کران کی خدمت
 کرتی تھیں۔ آخری وقت میں ان کا سیٹ بہت سخت ہو گیا تھا اور آخر یہ عظیم فنکار
 ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو اپنے سہو و طبیعت سے جا ملا۔ ملک کے مختلف اخبار و رسائل
 میں اس الم ناک حادثہ کی خبر ملی حروف میں شائع ہوئی اور ملک کے شہور شعرا نے
 منظوم نذرانہ تعزیت پیش کیا ان میں نارائن پرساد، بنیاب۔ حکیم محمد بخش، پروفیسر
 عبداللطیف قمش اور فرحت قابل ذکر ہیں۔

آغا حشر کی موت ایک سانحہ تھی کہ ڈرامے کے پرستار اہلکار ہواٹھے ملک
 بھر میں ان کی یاد میں جیسے ہوئے، سیموریل کمپنیاں بنائی گئیں۔ سب سے اہم کمپنی
 لاہور میں بنی جس کے صدر (د. س. لے۔ ۱۹۴۱) نواب احمد یار دہلوانہ سکریٹری، مولانا
 راجب احسن سابق صدر جمعیت العلماء اسلام شرفی پاکستان، شہر ڈرامہ نگار احتیاز علی
 تاج اور مظفر حسین ہونے لگے کمپنی کے ارکان میں ملک کے شہور شاعر سر ذائقہ محمد اقبال
 سے لے کر چودھری سر شہاب الدین تک شامل تھے اس سیموریل کمپنی نے آغا حشر کے

ڈراموں کو چھوڑنے کا ارادہ کیا مگر اتنے مشہور و معروف لوگ بھی سکھائی وجوہات کی
 بنا پر کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کے بعد ڈرامے کے پرستاروں اور آغا حشر کے
 دو انوں نے نہ جانے کتنی کمینیاں بنائیں، ڈراموں کو چھوڑنے کی قسمیں کھائیں مگر
 خدا کی مرضی کے سوا اسے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اب تک آغا حشر کے سبھی ڈرامے
 چھپ کر منظر عام پر نہیں آ سکے کچھ چھاپے بھی گئے ان میں سے اکثر ابلا طامیے پھرے
 ہوئے ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی اس خزانے کی کھیلوں کا نسخہ ہر شخص کے لئے
 کھول دوں جو حکم الہی سے میرے پاس آغا حشر کے ڈراموں کے روپ میں جمع ہو گئی ہیں۔
 اگر وقت نے ساتھ دیا تو انٹار انڈس سلسلہ کے تحت آغا حشر کے سبھی ڈرامے کھٹک
 کھٹیک طور پر پھرے کے ساتھ منظر عام پر آجائیں گے۔ جن سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ
 ان دھندلے تاروں میں بھرچمک پیدا ہو جائے گی جنہیں وقت کی گرد نے ڈھاک لیا ہے
 اور وہ نقالی سنارے بھی ٹوٹ کر زمین پر آس گئے جو وقتی طور پر اپنی بدھم روشنی سے
 ڈراما نگاری کے افق کو روشنی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آفتاب محبت

پس منظر جس وقت آغا حشر نے اپنے پہلے دورے آفتاب محبت کی مجلس کے
 اس وقت اس کے پہلے آپس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اظہر علیٰ آزاد کا ہم
 الفت منشی جلال پر شاہ و برق کا معشوقہ فرنگی تقریباً ۱۸۸۵ء میں تصنیف
 کئے گئے تھے جس میں استعار اور کافوں کا رنگ نمایاں تھا اسی زمانے میں منشی و نانا
 پر شاہ طالب بنارس نے ۱۸۸۵ء میں ابوالحسن بابدون رشید لکھا جس کے پیش لفظ
 میں انھوں نے فرمایا تھا کہ اس زمانے میں اردو کا ہر نالک آپس کی شکل میں تھا اور
 اس کا مقصد گانا بجانا یا تفریح تھا۔ اس زمانے کے چند اقتباسات پیش خدمت
 ہیں: **سیم بن پری کا انور منشی کو جو نسخہ چھپائے سو رہا ہے** تا سزاوار
 غزل دھن دہاگ تال لشتو

سیم تری بن

دکھلا دے مجھ کو اپنا رخ ماہتاب تو
 مجھ سے نہ کر دے لکھے اب حجاب تو

بیدار خواب سے ہو فدا راتاب تو
 اٹھ کر گلے سے میرے صنم جلد تر لپیٹ

ویدار کا ہے ترس بہت مجھ کو اشتیاق
 جھٹکی۔ پائے گی سرے حسن میں وہ انقلاب تو
 اے رشک ماہ بخت سے الٹ دے نقاب تو
 جھٹکی کا دیکھ کر مجھے وہ سہ کی خطاب تو
 کلا ہوا ہے رستاں سے طرے
 لائی تھی کیوں بیاں مجھے خانہ نراب تو
 کیوں چھڑاتی ہے مسخ نہ دکھا دگاس کجے
 کیا جان پر لگائے گی کوئی عذاب تو
 اس کے بعد ۱۸۹۰ء میں عبدالوحید قسری کا سنو برکشاہ بہت مشہور
 ہوا، نمونہ ملاحظہ فرمائیں

سنو بربری جے آدم ذات سے محبت ہو گئی ہے اس پر پرستان میں سبھی
 پریاں لعنت طاعت کرتی ہیں۔
 مریاں

اے سنو بر فوا بھی ہو جا پرستان سے دور
 آدم ذات سے ملکر سوئی ناک دھن
 در نہ اب ہو گا ترا جسم سیریا جان سے دور
 پاک ہونا ہے تو ہو جا پر تو انسان سے دور
 عیب پر یوں کو پرستان کی دگما تو نے
 کام یہ اپنا کیا تو نے بہت شان سے دور
 سنو بر مری

نغم جدائی میں اسکی ظالم کہوں میں کیا مجھ پر آجی ہے
 جگر گدازی ہے سینہ کو بی دل خراشی ہے جاں لپی ہے
 بشر جو اس طرح خاک داں میں پڑا اسکی فریادی ہے
 دگر نہ قندلی عرش پر بھی ادا کے جلوے کی روشنی ہے

نغم نغم نیم فرخ حافظ عبداللہ (۱۸۸۴ء) پہلا ایکٹ فواں سہن
 سنو برکشاہ عبدالوحید قسری اب پہلا سہن پہلا

”دھیرے دھیرے اس طرح آپسرا قبولیت نے گردن پر جا پہنچا اور آخر میں
 ”گل بکاؤلی“ کا زمانہ آیا جس کے بعد ”آپسرا“ کا رنگ تقریباً ختم ہو گیا اور
 اس کی جگہ ڈرامے نے لے لی۔ ”گل بکاؤلی“ کو سنڈت دیاشنکار نسیم مشوی
 کے روپ میں پیش کر چکے تھے جس کا چرچہ کئی کئی مفاطالب نے اسے آپسرا کا
 روپ دے دیا۔

آدم ذات سے مشت کرنے کے جرم میں بکاؤلی کو راجہ اندر بد دعا دیتا ہے
 جس کے اثر سے وہ آدھی پتھری ہو جاتی ہے اس منظر کو نسیم نے اپنی مشوی
 میں اس طرح پیش کیا ہے۔

(راجہ اندر بکاؤلی کے رقص سے خوش ہو کر اس سے کچھ مانگنے کو کہتا
 ہے اور بکاؤلی بشر کو مانگتی ہے)

راجہ اندر ہوا غصہ بناک	مانگا جو بشر بڑی نے بے باک
لے چشمہ آفتاب سے آب	بولا کہ اس آدمی کی بہ تاب
جائیری سزا یہی ہے کہ تو	کھو یا تجھے تیری آرزو نے
حقیر کا ہو جسم نصف پائیں	کی ہے حرکت خلاف آئیں
اس کے بعد کا ذکر طائب نے اپنے آپسرا میں یوں کیا ہے	

تاج الملوک :- جو کچھ کہہ گزرا تجھ پر تم میرے واسطے
 حقیر کی ہو گئی تو، صنم میرے واسطے

کیا کیا نہ ہے رنجِ دالم میرے واسطے
دوں کتبہ پر جان تو بھی ہے کم میرے واسطے

صدقے نیری وفا پر اے جاں بار بار ہوں
جی چاہتا ہے قدموں پر تیرے نثار ہوں

بکاؤلی :- راضی رضا کے یار پہ سو جاں نثار ہے
جیسے کہ عمر گزری ہے ویسے گزار ہے
سر شمع سا کٹا ہے پر دم نہ مار ہے
منزل ہزار سخت ہو پر دم نہ مار ہے

تاج الملوک :- ہے صبر کہاں ؟ کوئی بتانا نہیں تھم کو

وہ کام تو کہتی ہے جو آتا نہیں تھم کو

یہی وہ پس نظر تھا جس میں "آفتاب محبت" لکھا گیا۔ اسی ماحول میں شہر
زمانہ ڈراما "خند راوی" لکھا گیا جس کے مصنف احسن لکھنوی تھے اور اے
الفرڈ مکینی مکی نے اسے منسج کیا یہی وہ ڈراما تھا جو آفتاب محبت کا سبب تالیف
بنا۔

آغا حشر نے یہ ڈراما بنارس میں دیکھا اور اس کے جواب میں ۱۸۹۶ء
میں آفتاب محبت لکھا۔ اور اس مکینی کے مصنف احسن کو دکھایا چونکہ اس وقت
انکی مکینی کی دھوم پورے ہندوستان میں تھی اور وہ گھوم گھوم کر مختلف شہروں میں
اپنے شو کے مقبولیت کے عقیدے کا رعبی تھی اس لئے انھوں نے آغا حشر کے

آفتاب محبت کو "بھویں کا کھیل" کہہ کر ٹال دیا۔ یہاں اس کمپنی کی مقبولیت
کے ثبوت میں حکیم احمد شجاع مشہور دراما نگار، آغا شتر کے شاگرد، کی تحریر پیش
کی جاتی ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں تھمیر کا نمائش ۱۹۰۰ء میں دیکھا اس وقت میری عمر
کوئی سات برس کی تھی اس نمائشے کا نام چند راول تھا خدا کے فضل سے اس
زمانے میں میری قوت حافظہ ایسی تیز تھی کہ چند راولی کے اکثر نسبت و کمالات
مجھے از بر ہو گئے تھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس نمائشے میں ایک لڑکا باشی جو
مالن کا پارٹ ادا کرتا تھا جب دو کھیل جاتی تے لڑکا گاتا تھا تو تھمیر واہ واہ
کے شور سے گوج اٹھتا تھا وہ تھمیر کل ٹپنی تمبھار کی کمپنی کے نام سے مشہور تھی
گاریٹاور کے لوگ اسے بھی اندر سمجھا ہی کہتے تھے میں نے اس کمپنی کے تین نمائشے
دیکھے تھمیر راولی، گل بکاؤلی اور اندر سمجھا

حکیم احمد شجاع کے اس بیان سے چند راولی کی مقبولیت کا اندازہ لگا با
جاسکتا ہے اس کی مقبولیت کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہ ڈراما اس دور کے مذاق کو
زہن میں رکھ کر لکھا گیا ہے۔ چند راولی کی چند قطعیات دیکھئے۔

دو بار دراجہ رام موہن رائے ایکٹ پہلا سین پہلا
چہ دراجہ۔ شاہی دربار ہے محفل بہار ہے، ادب کی سرکار ہے، دولت
مدار ہے۔

شاہوں کا شان دیکھو، مسافت مزاج دیکھو، راجوں کا راج دیکھو
دولت شمار ہے

شادی کی دھوم دھام، خرم ہی خاص، عام، عشرت کی صبح و شام
سویا ہوا ہے۔

حسن و جمال میں خوبی اقبال میں احسن سرکار ہے۔
گانا

انگلان راجہ جیون برسن لاگے راجہ رم جھم برسن آج جیون

بہترین پر قدم کھوم
منہ و ملک نکلت، ملک فلک تلے قدم جھوم
راجہ جیون برسن لاگے

ایک اور سن ملاحظہ فرمائیے

دربار لگا ہوا ہے راجہ وزیر میں بحث چھڑی ہوئی ہے راجہ کا کہنا
ہے کہ عورت ہی مرد کو بھانی ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مرد اس کی
طرف دیکھے بھی نہیں وزیر اس بات کو نہیں مانتا۔ اتنے میں ایک فقیر
آتا ہے۔

وزیر:- میں یہ نہیں کہتا کہ عورت میں عشق نہیں، محبت نہیں ہوس نہیں جا بہت
نہیں لیکن خدا نے ایسی شرم کی نقاب ان کے چہرے پر ڈالی ہے
جس نے ہوس کی کردی یا کالی۔

فقیر:- فضول بات ہے اپنی زبان کو مقام تو لو۔ وہ کون ایسی ہے عورت

کسی کا نام تو لو
 وزیر: بہت ہی عورتیں ایسی جہاں میں عصمت دار کہ جن کے دامن عصمت کو

چھو سکا نہ عیار
 فقیر: اور میں خود اس کی خواہش کروں یا آزمائش کروں؟

وزیر: آپ ایسا کام کریں گے؟
 فقیر: فرض کرو مجھے امتحان ہی لیتا منظور ہو تو؟

وزیر: تو آپ کو بھی ناکامی ضرور ہوگی
 فقیر: خیر آپ نام تو بتائیے مقام تو بتائیے۔

وزیر: ہو چکا فقہ تمام سنئے اس پاکداس کا نام
 جہاں میں نام ہے حیدر ادلی شہور تمام اس کا

نہاں ہے پردہ عصمت میں وہ روشن ہے نام اس کا

نہ سن پائیں کلیم آئیں اگر سننے کلام اس کا
 حینان جہاں میں اس لئے ہے احتشام اس کا

راجہ: حیدرنگر کے راجہ حیدر سین کی بیٹی حیدر ادلی؟

وزیر: جی ہاں وہی تھا بلی

راجہ: وہ تو کنور رنجیت سنگھ کی منگیت ہے۔

وزیر: بس وہ اکی لئے بہتر ہے۔

فقیر: خیر اس تکرار کے لئے مجھے کو امتحان کرنا ضرور ہے بجان دل منظور ہے

۱۔ حیدر ادلی احسن باب ۱ سین ۱

چند راوی کی غزلیں بھی دلفریب تھیں یہی وجہ ہے کہ ان سے آغا خشر
 بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔
 گلنار نے۔ اے ناز باغ دیکھ تو کیا یہ بہار ہے
 ہر نخل گل میں صفت پروردگار ہے

انداز سے ہر ایک گلوں کی قطار ہے
 بلب چہک رہی ہے چمن لالہ زار ہے

ہر اک نغمہ ان کی چھلکی ہیں ڈالیاں
 غنچے جتن سے بجاتے ہیں تالیاں
 وہ گانا حسن کا ذکر حکیم احمد شجاع نے کیا ہے کالمک کے حصہ میں
 ہے حسن نے اس گانے کے ذریعہ بہت شہرت پائی ہے
 دو کھول جاتی ہے لو دو کھول جاتی ہے لو
 لے لو لے لو لے لو دو کھول جاتی ہے لو
 کھپ لوں میں کھول چنبیلی، نرگس ٹبری رسیلی
 گجرے سہانے لے لو دو کھول جاتی ہے لو
 مالن ہوں پھیل چنبیلی، کھیلوں سے ہوں رنگیلی
 چمپا ہے نامی یارو، لو پار میرے پیارو
 بہت سے اپنی بارو پیسہ ذرا نکالو

دو کھول جاتی ہے لو
 یہی وہ خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے اس زمانے میں لوگ

بہت محظوظ ہوئے اور آغا شریکی ڈراما نگاری کی طرف مائل ہو گئے چند راوی کو
 دیکھ کر ہی "آفتابِ محبت" لکھا مگر قصہ ایک سا ہوتے ہوئے کئی آفتاب
 محبت کا پلاٹ زیادہ مربوط و مضبوط ہوتا ہے۔ تحقیق کے بعد جہاں
 نے آگے ان سے یہ ظاہر ہوا کہ

۱۔ یہ ڈراما، جون ۱۸۹۷ء میں پہلی بار شائع ہوا
 ۲۔ پہلی بار اس کی ایک ہزار کاپیاں شائع ہوئیں
 ۳۔ اس کی قیمت سے ڈاک محصول آگے آگے تھی۔

۴۔ جواہر اکسیر پریس بنارس سے شائع ہوا
 ۵۔ کہہ الکریم اسم اللہ خاں نے چھپوایا۔
 ۶۔ اسی کا شاہراہ آگے روئے ادا کئے۔

قصہ اور مآخذ قصہ کوئی نیا نہیں ہے چونکہ چند راوی کو دیکھ کر لکھا
 ہے۔ قصہ وہی ہے کرداروں کے نام تبدیل کر دیئے گئے ہیں اور تہیاں
 تہاں پلاٹ میں بھی تبدیلی کی گئی ہے چونکہ چند راوی "شوقی زہر عشق" سے
 ماخوذ ہے اس لئے ہم "آفتابِ محبت" کو بھی زہر عشق سے ماخوذ کیا ہوا تصور
 کر سکتے ہیں۔ قصہ کا لب و لہجہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ ہایوں کا بیٹا کوکب
 جوالی و ہائیز پر قدم رکھ رہا ہے بادشاہ نے لاکھ سنتوں کے بعد اسے پایا
 ہے۔ اب وہ بوڑھا ہو چلا ہے اس لئے اسے شاہزادے کے لئے مناسب
 رہنے کی تلاش ہے جس کے لئے وہ درباریوں کو حکم دیتا ہے کہ کوئی اچھی
 لڑکی تلاش کرو

ایک دن شاہزادہ شکار پر جانے کی اجازت چاہتا ہے بادشاہ اس خوف سے اجازت نہیں دینا چاہتا کہ شاہزادہ کس نے مگر وہ اپنے ساتھی نیرنگ کی بہادری کی تعریف کر کے اجازت حاصل کر لیتا ہے۔

شاہزادہ اپنی فوجی ٹکڑی اور نیرنگ کے ساتھ شکار پر جاتا ہے کچھ عرصہ بعد دونوں اپنی فوج سے بکھر جاتے ہیں اور شکار کھیلنے ہوئے ایسے مقام پر جا پہنچتے ہیں جہاں چاروں طرف کھول کھلے ہوئے ہیں خوشنما منظر ہے فضا مہلک اور پرکشش ہے۔ دونوں کو نظارہ محض کہ چند لڑکیاں گانا گاتے ہوئے نمودار ہوتی ہیں وہ خدا کی حمد اور باغ کی خوبصورتی بیان کرتی ہیں۔

ایرانک ان کی نظر ان لوگوں پر پڑتی ہے اور سب کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ زنانے باغ میں کس طرح آ گئے۔ دراصل وہ لڑکیوں کا جھگھٹ شاہزادی اور ان کی سکھیوں کا تھا، نسرتین شاہزادی کی باری سہیلی ہے۔ وہ ان لوگوں سے باغ میں آتے کا سبب اور تفاوت چاہتی ہے اور تائید بھی کرتی ہے کہ یہ زنانہ باغ ہے یہاں نیرنگ سے کاسیڈین کا کام لیا ہے اور شاہزادہ ان لوگوں کو یہ بتانے میں کاسیاب ہو جاتا ہے کہ ہم غلطی سے راستہ بھولنے کی وجہ سے اس باغ میں آ گئے اس کے بعد کا قصہ عام قصوں کی طرح ہے شاہزادہ اور شاہزادی کا عشق اور بعد میں شادی۔

مقامات :- اس ڈرامے سے پہلی بار قدیم مقامات سے کسی حد تک جھپکارہ حاصل ہو گیا ہے۔ چند راوی کی طرح یہ ڈراما بھی پرستان، جن، کعبوت اور دیودغیرہ کے بغیری مکمل ہو گیا جس زمانے میں ایک سحر منہ تھا۔

ڈرامے میں دربار، جنگل دھبے میں گھنے پٹریوں پر جو شکار کے لئے سوزوں
 ہوں، محل، اور ایسا باغ جو بہت خوبصورت ہو۔ انھیں مقامات پر آفتاب
 محبت مکمل ہوتا ہے۔

زبان و بیان :- آفتاب محبت کے زبان و بیان کا مطالعہ کرنے سے پہلے
 اس وقت کی رائج ادبی اور عام زبان کا مطالعہ کرنا ہوگا اس کے لئے چند راوی
 کو بطور نمونہ لیا جاسکتا ہے حالانکہ احسن لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور شہسہ
 زبان کا استعمال کرتے تھے مگر جس ستمی اور چاشنی آمیز زبان کا استعمال کرنے کیا
 وہ احسن کے یہاں نہیں۔ زور بیان تو آغا حشر کا جو ہر ہے جو آفتاب محبت سے پہلے
 اپنا کمال دکھانے لگا تھا۔ بادشاہ، وزیر، شاہزادہ، شاہزادی اور سہیلیاں
 وغیرہ خالص اردو میں بات چیت کرتے ہیں مگر سب کا لہجہ الگ الگ ہے۔ حالانکہ
 آفتاب محبت کی زبان چند راوی سے ادق ہے آغا حشر نے زور پیدا کرنے کے لئے
 فارسی آمیز زبان کا استعمال کیا ہے طرز زبان کی ٹیکنک پیچیدہ ہے اس لئے ڈیڑھ
 سطر کی بات کو چکر دے کر طے چوڑے پیرا گراف میں ادا کیا ہے اور اس میں اپنی
 زبان و بیان کی جولانیاں دکھائی ہیں۔

ڈرامے کی ابتداء میں ہمالیوں بادشاہ کا دربار لگا ہوا ہے وہ اپنے درباریوں
 سے مخاطب ہے کہ شاہزادہ بڑا سو گیا ہے اس کی شادی اب کسی مناسب جگہ ہونا
 چاہیے لیکن حشر کا طرز بیان ملاحظہ فرمائیے۔

اے میرے اہل دربار، داد و حقیقتی کا شکر ہزار ہزار میں نے مجھ ذرتے
 بے مقدار کو تم سب پر افسر بنایا، ایک قوم کا سردار بنایا، گو کا شانہ امید ایک مدت

تک بے چراغ رہا جس کا عرصہ تک دل پرواغ رہا، مگر اس صنفی میں محب کو اپنی
 شان کریمی کا جلوہ دکھایا یعنی تکیہ شیت خم اور عصائے دست پری عطا فرمایا اب
 چشم بدور کہ وہ گوہر شاہی جوان ہوا، صاحب شان ہوا لہذا اس پر طرح
 خوبی سر جوئے بار محبوبی کی تلاش جو اس کے ہم جنس سینے کے لائق ہو ہر طرح فائق ہو
 مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ حشر کی زبان اس ڈرامے سے ہی کتنی جاشنی
 آمیز کفی فارسی ترکیب کا استعمال اور فارسی الفاظ کا سمندر موجیں مارتا ہوا دکھائی
 دیتا ہے۔

گانوں، غزلوں اور اشعار کی زبان گوکہ اردو کی ہے مگر قدامت کے نقش قدم
 پر چلتے ہوئے آغا حشر نے آفتاب محبت میں کھلیجہ اور رنجینی دونوں زبانوں کا
 استعمال کیا ہے یا توں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا کہ اردو اور سندھی کی آمیزش
 سے انھوں نے ایک انوکھا لطیف پیدا کیا۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۔ تری شکل ملکیت کا ہے سائیں، پورن ریگٹ حل قفل پس ماہیں
 سرگھٹ سے تیری برتھائیں، کرنا دھو تاسب کا تو، حشر لیے کیا تیری قدرت
 مہا الگم ہے تو رد گانوں میں سنڈی الفاظ کی آمیزش دیکھئے۔
 انھوں نے مراد ہے شاہی گلزار کا، آبا خوشتر کو کلب پیارا
 تن من کو دوار و سارا
 جگہ میں اعلیٰ، عزت والا، شوکت والا سب پر والا

گانا تو اردو زبان کا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ حشر نے عوام کے رجحان کو
 خیال میں رکھ کر ہندی لفظوں کی آئینہ کش کر دی۔ اس زمانے کے ڈراموں میں ہندی
 گانے رائج تھے اس لئے اس طرح کے گانے ایک نئی بات ہو گئی۔
 مکالمہ نگاری :- آفتاب محبت گو کہ آغا حشر کا پہلا ڈراما ہے مگر اس کے
 مکالموں میں اتنی چستی ہے کہ سمجھوروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے پہلی خوبی یہ ہے کہ الفاظ
 کا استعمال بہت تراش تراش کے بعد کیا گیا ہے۔ فصاحت اور بلاغت میں تو
 آغا حشر کو کمال سی حاصل تھا اگر ہم حذر راوی اور آفتاب محبت کی شروعات
 پر تقابلی نظر ڈالیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ دونوں ڈرامے ایک ہی طرح سے شروع
 ہوئے ہیں مگر حشر کے مکالموں میں بلاغت کا عنصر نمایاں ہے۔
 چوبدار :- روشن دربار ہے، اعلیٰ سرکار ہے نورالانوار ہے، محفل گلزار ہے
 عالی حسب دیکھو، والانسب دیکھو، دارالعب ویکھو سب کا سردار ہے
 عشرت کا جوش ہے، جو ہے مدہوش ہے، ہر اک سرشار ہے۔ ہنرم
 پر نور ہے، ہر اک سردور ہے، دکھ غم سب دور ہے، ہر سو بہار ہے۔
 حالانکہ زمانہ آپس کا تھا مگر آفتاب محبت میں شری مکالمے بھی خوب ہیں اور اشعار
 بھی خوب، شری مکالموں کے ساتھ اشعار کا استعمال کر کے ان میں زور پیدا کیا ہے
 جو مکالموں کا حسن ہے۔
 شاہزادی :- دیکھ اور کیاں، محب ہے قدرت سبحاں، جس کو دیکھ کر فانی ہے
 ہر شے تنگ ہے سے

بہار آئی ہے ہر سو، شادی عشرت کا سماں ہے
 خوشی بھرتی ہے بلبل، ہر کوئی سرور و شاداں ہے

ان خصوصیات کے علاوہ آفتاب محبت کے سکالموں میں ایک حسن یہ بھی ہے کہ سکالے کرداروں کی انہی زبان میں پیش کئے گئے ہیں، شاہ کی زبان الگ، وزیر کی الگ شاہزادی کا انداز گفتگو الگ اور راشران کا الگ، اسی طرح مزاحیہ سکالے بھی اپنا الگ انداز لئے ہوتے تھے۔
 کوکب :- اچھی جناب ہم ہیں سا فرخانہ خراب، راہ محبول کو داخل گلزار سوئے نادانی میں گرفتار سوئے۔

نسرین :- اے فیض مآب، باتیں نہ بنا ہے بے حساب، کیا آپ انداز سے بھی نہیں سمجھتے کہ یہ باغ ہے زمانہ آپ کو یہاں مناسب نہ تھا آنا۔
 کوکب :- کیا خبر حقی غنیہ سرسبہ اس گلشن میں ہے
 فار کی جا پر سجا گلدستہ اس گلشن میں ہے
 نسرین :- احمقوں میں جا کے یہ فقرے نہ بنا دیکھئے

مجھ سے دم بازی، اکھی صاحب زمانہ دیکھئے
 آغا حشر نے اس وقت، مقام اور ماحول کا خیال رکھ کر سکالے لکھنے کی بہت کوشش کی مگر پوری طرح انصاف نہیں کر سکے سکالموں کی ایک خاص خوبی ہے۔ طرز اور میں شگفتگی، آفتاب محبت کے سکالے اس کوئی پرکھ رہے ہیں اترتے فار کی الفاظ اور تراکیب کا استعمال کثرت سے کیا ہے اس وجہ سے سکالموں میں شگفتگی باقی نہیں رہی عام لوگ اس سے پوری طرح لطف حاصل نہیں کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہ ڈراما کبھی اسٹیج کی زینت نہیں بن سکا مزاحیہ حصہ بھی بہت لپٹا ہے۔ بے سرپر کی باتوں سے مزاحیہ حصہ بھرا ہے جس سے ہنسی کم آتی ہے ذہن زیادہ

الغیا ہے۔
 چونکہ ڈرامے کی اصلی کسوٹی ایسج ہے اور بد قسمتی سے یہ ڈراما کبھی ایسج نہیں ہو سکا
 اس لئے اس کی کامیابی اور ناکامیابی ریکارڈ رائے دی جاسکتی ہے ؟ آغا حشر نے کبھی
 پہنچ کر اسے "محبت کا پھول" نام دے کر ایسج بھی کرنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہو سکے۔
 اس لئے اسے برکھنے کا صفت یہی طریقہ تھا کہ اس زمانے کے ڈراموں کو سامنے رکھ کر
 اس پر نقابلی نظر ڈالی جائے۔ چند راوی اس زمانے کے دیگر ڈراموں کے ساتھ نقابلی
 نظر ڈالتے کے بعد ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آغا حشر کی پہلی کوشش آفتاب محبت
 بہت کامیاب رہی اور اسے اس وقت کے کسی بھی ڈرامے کے سامنے پیش کیا جاسکتا
 ہے۔ بھٹی آکر انھوں نے ایلیفرڈ مکسینی کا دامن تمام لیا اور اس کے لئے ۱۹۹۹ء میں

پہلا ڈرامہ لکھا تھا
 مرید شاہ :- آفتاب محبت کی تصنیف کے وقت تو آغا حشر کی طالب علمی کا
 زمانہ تھا مگر بھٹی پہنچ کر آغا حشر نے اس دنیا میں قدم رکھا جہاں بڑے بڑے نامور
 ڈراما نگار اپنا سکہ جانے کی فکر میں تھے۔ آغا حشر ایلیفرڈ مکسینی میں داخل ہو گئے اور
 سب سے پہلے یہی ڈراما تصنیف کیا۔ کاؤس خانی مالین جی کھٹاؤ اس مکسینی کے مالک
 تھے بہت اچھے اداکار تھے پارسی ہونے کو بھی اردو پر قدرت حاصل تھی یہ گو کہ اس
 زمانے میں آپر کا ظلم ٹوٹ رہا تھا مگر غوام کے کان رقص موسیقی سے مانوس ہو چکے تھے
 اس لئے ڈراموں میں ان کا ہونا بہت ضروری تھا۔ آغا حشر کے لئے یہ بھی ضروری ہو گیا

کہ عوام کا خیال رکھیں اس لئے بات بات پر اشعار پڑھنا، تک سی بات کرنا، فقرے
 جیت کرنا، ایک ڈرامے میں دو پلاٹ کا ہونا جس میں سے ایک خصوصاً ہنسی مذاق
 کا جھیل قندھار پوری اس زمانے کا خاکہ یوں کھینچتے ہیں۔
 جس زمانے میں حشر نے ڈراما نگاری شروع کی اس وقت اسٹیج پر وہی
 ڈراما کامیاب ہو سکتا تھا جس میں نصیح اور تکلف کا خیال رکھا جاتا ہوا تھا تو یہ بھی
 کہ پورے ڈرامے کا مکالمہ گانوں کے حقے اگر مرد کو اپنی الفت کا اظہار کرنا ہو تو
 کوئی غزل چھڑ دیتا اور ہر دین اس کا جواب ٹھہری میں دیتی اگر کسی نے جنرل کو اپنی
 مردانگی یا شجاعت کی دھاک بٹھاتی ہوئی تو گانا شروع کر دیتا اور اس کی فوج
 اس کے سامنے سر ملاتی اگر اسٹیج پر کسی کی سوت کا منظر دکھانا ہوتا تو مرنے والا دم
 توڑنے ہوئے بھی نے نہ چھوڑتا۔

ان سب باتوں کے علاوہ سامعین کا بھی بہت خیال رکھا جاتا تھا۔
 آغا حشر کے چھوٹے بھائی آغا محمود لکھتے ہیں کہ:-
 یہ اس وقت ملک اور ابلنگ کی یہ حالت تھی کہ ہر صاحب گانے
 گاتے سب سے چیر کر اپنا دل ہر دین کے سامنے پیش کر کے گرتے اسکے
 بعد ملک نے تالیاں بکاسیں، دس سو روپے کہتی تو ہر صاحب زندہ
 ہو کر اٹھ گئے اور دل کو دکھا کر سینے میں رکھ لیا اور گانے میں لگ
 گئے۔۔۔۔۔

آغا حشر اور ناٹک

آغا حشر اور ناٹک ۶۴-۶۵

اسی ماحول میں مرید شک لکھا گیا۔

سال تصنیف :- کاؤس جی پالمن جی کھٹاؤ مالک ایلفرد تھیرسل کسینی پٹی کی
اس تحریر سے "مرید شک" کا سال تصنیف ٹھیک ٹھیک پتہ چل جاتا ہے جو
انھوں نے اس کے دیباچے کے لئے لکھی تھی۔

..... میں اپنے قدردانوں نماش منوں کے سامنے اپنی کسینی کا تیسرا ہیکار
پیش کرنے کی سرت حاصل کرنا ہوں میرا پہلا شاہکار "خون ناحق" تھا
جو مٹربار ہوا ہمارا دوسرا شاہکار "بزم فانی" جو اس سے زیادہ سرسبز
ثابت ہوا میرا تیسرا شاہکار "مرید شک" ہے جو انشا اللہ اس قدر
بہتر اور کامیاب ثابت ہوگا جس قدر کسینی کے دوسرے نمائشے۔

دستخط

(کاؤس جی پالمن جی کھٹاؤ)

۱۹۹۹ء مارچ

ظاہر ہے کہ آغا حشر نے اپنی عمر کے سب سے زیادہ سال میں یہ کارنامہ دکھایا

نقصہ اور ماضی :- اس کا قصہ شیکسپیر کے شہر ڈرامے *The Winter Tale*
اور *Tales of the Kings* سے ماخوذ ہے۔ اس وقت اس ڈرامے کا ایک
ترجمہ اور بھی ہوا جو منشی حسن نے کیا مگر آغا حشر کا مرید شک بہت پسند کیا گیا۔

مرید شک آغا حشر دیباچے دیباچہ

The Indian Meater یا *Page* ۵۴

THE INDIAN THEATRE

آغا حشر نے قصہ شکیسپر کے ڈرامے سے ضرور اخذ کیا ہے مگر اسے خالص
ہندوستانی رنگ میں پیش کیا ہے۔ پلاٹ یہ ہے کہ اصفہان کا حکمران ہمایوں اپنے
دوست سکندر جان والی توران کا تقریباً نو ماہ سے مہمان ہے۔ سامنے میں اسکا
دوست بھی ہے۔ وہ کچھ دن اور سکندر کے یہاں گزارنا چاہتا ہے لیکن اس کا
دوست انکار کرتا ہے مگر سکندر جاہ کی خوبصورت بھوی حسن آرد اس سے اصرار
کرتی ہے کہ وہ رک جائے نتیجہ میں ہمایوں رک جاتا ہے سکندر کا دوست طوفان
اسے حسن آرا کے خلاف بھگاتا ہے جس کی وجہ سے سکندر کو حسن آرا پر شک ہو جاتا
ہے اور وہ درپردہ اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

اسے اپنے دوست ہمایوں سے بھی نفرت ہو جاتی ہے وہ اپنے غلام کوشش کو
حکم دیتا ہے کہ ہمایوں کو قتل کر دے مگر کوشش اور ہمایوں فرار ہو جاتے ہیں قصہ میں
اگر سکندر حسن آرا کو قید کر دیتا ہے جلی میں اسے ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے سکندر
اسے جنگل میں چھوڑنے کے لئے طوفان کے سرد کر دیتا ہے لڑکی بچ جاتی ہے اور
اسے چرواہا اٹھائے جاتا ہے مگر طوفان کو شیر حٹ کر جاتا ہے۔ چرواہے کا نام
پرچھو ہے اور لڑکی کا نام وہ گلنار رکھتا ہے دن گزرتے جاتے ہیں۔ گلنار بڑی
ہوتی ہے اور اسکی ملاقات شاہ ہمایوں کے فرزند فیروز سے ہوتی ہے دونوں ایک
دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں دونوں کی ملاقاتیں ہوتی ہیں ہمایوں اور
کوشش دیکھ لیتے ہیں ہمایوں فیروز کو شہر بدر کرنے کا حکم صادر کر دیتا ہے مگر کوشش
فیروز کا سامنے دیتا ہے وہ پرچھو، اس کی بھوی سوتی، گلنار اور فیروز کو لے کر توران
بھاگ جاتا ہے ہمایوں ان کا پیچھا کرتا ہے اس طرح قصہ آگے بڑھتا جاتا ہے آخر

سکندر کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے حسن آرا سے ملاقات ہوتی ہے کوشش فیروز
اور گلنار کو پیش کرتا ہے جب اسے علوم ہوتا ہے کہ بیٹی زندہ ہے تو بہت خوش
ہوتا ہے ہمایوں بھی آجاتا ہے اور دونوں خوشی خوشی گلنار اور فیروز کی شادی
کرتے ہیں۔

جائزہ :- قصے کا محل شک کی بنیادوں پر لگا ہوا ہے سکندر اپنی بوی حسن آرا
اور دوست ہمایوں پر شک کرتا ہے چونکہ ہمایوں بے گناہ ہے اور گناہگار سمجھ
لیا جاتا ہے اس لئے اسکا کردار ابھر کر سامنے آتا ہے اور وہی ڈرامے کے پہلے
حصے پر دمچھا جاتا ہے طوفان وطن کے روپ میں سامنے آتا ہے جو سکندر کو
بھڑکاتا رہتا ہے اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ توران کا بادشاہ سکندر کی مزاج
تو بے یی ظالم بھی ہے وہ معصوم بھی کو جنگل میں قہوڑنے کا حکم دیتا ہے دوسرے
پلاٹ کے سرور ہیرن فیروز اور گلنار ہیں فیروز کی ہمایوں کا بیٹا ہے اور شاہزادہ
کہلاتا ہے گلنار جو دراصل سکندر کی بیٹی ہے جدا ہے کے یہاں پرورش پاتی
ہے لیکن گلنار اور فیروز کا عشق ان سب باتوں کے باوجود بھی ہو جاتا ہے جو ہمایوں
پر ظاہر ہو جاتا ہے کوشش سکندر کا غلام ہے وہ ہمایوں کے ساتھ توران سے
اس لئے بھاگ آتا ہے کہ سکندر اس سے بے گناہ ہمایوں کا قتل کر لینا چاہتا ہے
اور ہمایوں کے یہاں سے اس لئے فرار ہوتا ہے کہ وہ گلنار اور فیروز کو بے گناہ
سمجھتا ہے کوشش کے کردار میں ایک عجیب لکشی ہے وہ ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیتا
ہے مگر اس کے دل میں وطن، قوم اور اپنے بادشاہ سے محبت کا جذبہ ہے اس وقت
دکھائی دیتا ہے جب وہ گلنار کو پہچان لیتا ہے کہ وہ اس کے بادشاہ کی لڑکی ہے

اس کا نام مارا کسین تھا۔ جو اگست ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا۔ اس برص کے

دیا جس میں آغا حشر خود فرماتے ہیں۔

۱۸۹۹ء میں جب میں الفرو ملکینی میں ملے رائٹر مسٹر ہوانو مالک
موصوف کے حسب ارشاد و سنسٹریٹل ترجمہ کر کے اردو میں انگریزی ڈراما
توسی کی بنیاد قائم کی جس کی بنیاد خود یاسن جی کاؤس جی کھٹاؤ اپنے ہاتھ
سے رقم چکے تھے یا سنجہ ہینے بعد اس عمارت پر مارا کسین نام کی ایک منزل
کا اضافہ کیا۔ مگر آغا حشر کا یہ ڈراما زیادہ پسند نہیں کیا گیا ہے اس لئے وہ
بھی اپنے اگلے شاہکار کو پیش کرنے کے لئے دن رات محنت کرنے میں
لگ گئے نتیجہ میں شہور و معروف ڈراما "اسیر حرص" منظر عام پر آیا جس نے
قبولیت کے تمام گزشتہ رکارڈ توڑ دیے۔

اس میں حرص :- ایک جائزہ

پس منظر :- جس وقت اسیر حرص تصنیف کیا گیا اس وقت کے ماحول اور

پس منظر کے بارے میں آغا حشر کی بات ہے یہ سب سے زیادہ

معتبر ہو سکتی ہے جو انہوں نے اسیر حرص (گانون کی کتاب) کے

دیا ہے میں کہی ہے۔

"اگرچہ تالیف و تصنیف ایسی دشوار گزار ہے مگر لی گئی ہے جس کی پرتیج براہ گزار

اور خاردار جھاڑیوں سے الجھ کر ہزاروں علم کے مسافر نا کامی کے گڑھوں میں زندہ
 درگور ہو گئے مگر بقائے درام کے ستمی اس آب حیات کی امید میں جو اس راہ
 ظلمات کے طے کر جانے والوں کو نصیب ہوا کرتی ہے۔ ابھی تک آنکھ کو کشتوں
 اور استقلال کے ساتھ ثابت قدمی دکھا رہے ہیں اور دل پر کچھ روز بروز ترقی کا
 ایک ایک قدم آگے بڑھاتا جاتا ہے اور لاکھ اور حدت پسند اشخاص روٹوں
 کو بٹھانے جاتے ہیں۔

بہار عشق اور فریب عشق کے فحش اور زہریلے اشعار سے مسموم طبیعتیں
 حکماء اور پ کے علاج سے رو بصحت ہوتی جاتی ہیں ملکہ ایلزبتھ کے گولڈن
 ایج میں جو نے ڈرامے کو سراج کمال تک پہنچایا وہ ملک الشعراء سلیکسیر
 کا پرورد قلم تھا ہندوستان نے جو کچھ سلطنت انگلشہ سے لیا اس میں کچھ نہ
 کچھ دسترس حاصل کر لی مگر اس فن پر نہ کبھی توجہ کی اور نہ کسی رتبے پر پہنچایا۔
 اور یہی وجہ ہے جس سے اولڈ فیشن ہونے والے حضرات اسے آج تک ذلیل اور
 ناقابل توجہ سمجھتے ہیں۔ ڈرامے کو ایسی گری بڑی حالت میں دیکھ کر ایلفرد
 ملکینی کے مالک سٹر کاؤس جی کھٹاؤ کا خیال اس کی شرقی کی طرف رجوع ہوا اور
 یہ سب سے پہلے شخص ہیں جن کی محنت سے ہندوستانی ناٹک یورپین لباس سے
 آراستہ ہو کر اسٹیج پر جلوہ فروشی کرنے لگے۔ ۱۸۹۹ء میں جب میں ایلفرد ملکینی
 میں پہلے رائٹر مقرر ہوا تو مالک سٹوٹ کے حسب ارشاد سٹریٹس میں لگا کر تہہ جسہ
 کر کے اردو میں انگریزی ڈرامہ نویسی کی عمارت قائم کی جس کی بنیاد فروغ
 کاؤس جی پاپسن جی کھٹاؤ اپنے ہاتھ سے رکھ چکے تھے پانچ مہینہ کے بعد

اس عمارت پر تارا ستین نام کی ایک منزل کا اضافہ کیا۔ شکر ہے دونوں منزلیں
 سیلک کولینڈ آئیں اور چندارود اور انگریزی اخباروں نے ریمارک دے کر میرے
 حوصلے کو تقویت دی اور آج اسی عمارت پر "اسیر حرص" کے نام سے ایک
 منزل اور اضافہ کرتا ہوں خدا کرے یہ بھی قدرداں سیلک سے قبولیت کا ثمن
 حاصل کرے اپنا سمنون ختم کرنے سے پیشتر میں یہ گزارش کر دینا ضروری سمجھتا
 ہوں کہ میرے اس ناچیز قلم نے ہندوستانی زمین پر جو بوردین فیشن کی عمارت قائم
 کی ہے وہ ایک ادھورا اور نامکمل خاکہ ہے اسے وسعت دے کر قصر المحرق،
 لال قلعہ بالذدن کاراگل ماؤس بتاتا ان لوگوں کا کام ہے جو ہندوستان کو
 فیشنبل دنیا میں ترقی کی رسی پر سٹھاپوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

آغا حشر محمد شاہ حشر کاشمیری آنکھ۔

آغا حشر کے اس مدلل سمنون سے اس وقت کی ڈراما نگاری اور اس کے
 پس منظر پر بھرپور روشنی پڑتی ہے جب اس پر حرص تصنیف کیا گیا
 سال تصنیف :- تمام مصنفین کے مختلف نظریوں کا غور سے مطالعہ کرنے
 کے بعد یہ بات روشنی میں آئی کہ آغا حشر نے اس پر حرص ستمبر ۱۸۹۹ء کو بمبائے
 بھنیر روئے ماہوار کاؤس جی کھٹاؤ کی فرمائش پر انفراد کمپنی کے لئے تصنیف
 فرمایا۔ بمبئی قیام کے دوران آغا حشر نے صرف اس کے گانوں کی کتاب شائع
 کی مگر تقریباً ۱۹۱۵ء میں اپنے لاہور قیام کے دوران انھوں نے کچھ ڈرامے

۱۵ اخبار حقیقت لکھتو ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء (کوالہ آغا حشر اور ناٹک)

دپانگھ انیڈسن کی حسب فرمائش دیوان پر ٹنگ برس میں چھوڑ کر تالیف کرائے تھے
 ان میں اسیر حرص بھی تھا۔ بڑی محنت اور کوشش کے بعد قسمت سے مجھے اس وقت
 کا ایک نسخہ دستیاب ہو گیا جس کی مدد سے ٹھیک ٹھیک ڈراما منظر عام پر آسکا
 اس قدیم نسخہ کا سائز ۱۲ x ۱۲ سنٹی میٹر اور قیمت چھ آنہ تھی۔ (فوتی)
 ماضی اور قصہ۔ اسیر حرص انگریزی کے شہور مصنف شیریڈن کے غیر مشہور
 ڈرامے "پیزارو" سے ماخوذ ہے۔ غیر مشہور اس لئے کہ جس وقت شیریڈن نے
 پیزارو لکھا کاسیڈی ڈراموں کا زور تھا اور اس کے چوتھے شہور معروف ڈرامے
 منظر عام پر آچکے تھے وہ بھی کاسیڈی تھے ان کے نام اس طرح ہیں

- 1- The Rivals (1775 Jan 28)
- 2- ST PATRICK'S Day, or, The Scheming
lieutenant (1775 MAY 2)
- 3- The Duenna (1775)
- 4- The School for SCANDAL (1777)
MAY 8
- 5- The critic, or A tragedy
Rehearsed (1770 Oct 30)
- 6- A trip to Scarborough
(1777 Feb 24)

اس کے بعد ۱۷۹۹ء میں زانیہ کی روش کے خلاف اس نے پزارو
(Pizarro) لکھا۔ ان کا پورا نام رچرڈ برنسلی شیرڈین
(Richard Brinsley Sheridan) تھا ۱۷۷۴ء اور سیٹ اسٹریٹ
ڈوبلیں میں ۳۰ اکتوبر ۱۷۵۱ء میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۷۷۲ء سے ۱۷۷۵ء
تک پیرا اسکول اور لندن کے دیگر اسکولوں میں تعلیم پائی۔ ۱۷۷۲ء میں اس
ایلیزبتہ این لینی (Miss Elizabeth Ann Linley)
سے والیہ ہو گیا۔

شیرڈین سبسی زندگی میں بھی بہت کامیاب تھا۔ وہ شعلہ بایں سقر بھی تھا
۱۷۸۱ء میں ایم۔ بی چنا گیا زندگی بھر ادب کی خدمت کے علاوہ ملک و قوم
کی خدمت کرتا رہا۔ ۷ جولائی ۱۸۱۶ء کو انتقال ہوا۔ شیرڈین کی تصویب
پزارو ایک ٹریجڈی ڈراما ہے جو ایک جرمن ڈراما "کوٹ زبے" ۱۷۹۹ء
(KOT ZEBUE) سے اخذ کیا گیا ہے۔ پزارو ۱۷۹۹ء میں منظر
عام پر آیا اس میں پانچ ایکٹ ہیں پہلے ایکٹ میں ایک سین، دوسرے میں
چار، تیسرے میں تین، چوتھے میں دو اور پانچویں ایکٹ میں چار سین ہیں۔
سرودین کی تصویب

پزارو کا قعدہ مختصراً یہ ہے کہ پزارو اسپن کا ایک بہادر شخص ہے جس سے
متاثر ہو کر ایک شریف گھرانے کی خوبصورت لڑکی "ایلیزا" اس کی محبت کا شکار
ہو جاتی ہے۔ شیرڈین نے اس بات کو ابتدا میں ہی ان الفاظ کے ذریعہ بیان
کر دیا ہے۔

Elvra when first my virgin
 Fancy waked to love Pizarro
 was my country's Idol, a hero
 and I was formed to be ^{of} by glory
 and Renown'tis known that when
 he left Panama in a slight
 vessel his force was not a
 hundred, men Arrived in the
 Island of Gallo with his sword
 he drew a line upon the sands
 and said, pass, those who fear
 To die or conquer with Their
 leader, thirteen alone remained!
 and at the head of these the warrior
 stood his ground - Even at the
 moment when my Ears first
 caught this tale, my heart Enli-
 ved, Pizarro is its lord & what
 since I have perceived, or

Thought or Felt, you must have
more words to win the knowledge of (1)

در اصل الانزو (Alanzo) اور سزارو ایک ہی استاد کے شاگرد تھے اور
دونوں نے مل کر جزیرہ کو نوٹ پر حملہ کیا تھا مگر بعد میں ان دونوں میں اختلاف پیدا
ہو گیا اور سزارو اپنے ملک واپس چلا گیا مگر الانزو جزیرے کے بادشاہ کی
فوج کا کمانڈر ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد سزارو جزیرے پر پھر حملہ کرنے کا پلان
بناتا ہے اس کا استاد اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ جزیرے
پر اپنا ملک بنا کر دیا جائے۔

ادھر جزیرے والے بھی جانتے ہیں کہ سزارو حملہ کرنے والا ہے اس لئے وہ اپنی
عبادت گاہوں میں کھٹ جاتے ہیں۔ الانزو اور سزارو دونوں جزیرے کی فوج
کے کمانڈر ہیں سزارو کو "کورا" سے محبت تھی مگر اپنے دوست کی خاطر وہ اسے چھوڑ
دیتا ہے اور کورا کی شادی "الانزو" سے ہو جاتی ہے۔ دونوں کو فکر ہے کہ جنگ
کے دوران کورا اور اس کے چھوٹے بچے کو کیسے بچایا جائے گا اس لئے وہ اسے
پہاڑوں کے دامن میں پناہ لینے کی صلاح دیتے ہیں مگر کورا انہیں چھوڑنے کو تیار
نہیں ہے۔

Cora Al. o I cannot leave

you. oh! how in every Moment
 absence would my fancy point
 you, wounded, **alon** abandoned
 No, ^{not} can not leave you

مگر بد میں دونوں اے پیاروں کے واس میں پناہ لینے کے لئے راضی کریتے
 ہیں جہاں دوسری پروردین عورتیں چھپی ہوئی ہیں اور خود لانے کے چلے جاتے
 ہیں جہاں الائنز، رولہ سے وعدہ لیتا ہے کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو تم
 کو مائے خاوند ہو گے۔۔۔

A. The Next hour brings -

Rol. Death or victory!

Ap. It may be victory to one -
 Death the other

Rol. or both may fall.

Al. If so, my wife and child I
 bequeath to the protection
 of Heaven and my Kings, but
 should I only fall, Rolla,

be there my dear.

Rot. How?

Al. Be come they will be there a
father to my child."

رولا بڑی مشکل سے رہتا ہے کہ اگر کوہا تیار ہو گئی تو ایسا ہی ہو گا۔ جنگ
کے منظر سے پہلے شریڈن ایک بوڑھے اور نابینا شخص کے تاثرات بہت ہی عمدہ
انداز میں بیان کرتے ہیں جسے اپنے وطن سے دالہا نہ محبت ہے اس کی در بیان
اس کے ہم وطن ہیرڈن جنگ میں ناکام ہو کر واپس مڑتے ہوئے نظر آتے ہیں
جسے اس کا پوتا بتاتا ہے اس میں بادشاہ بھی ہوتا ہے جسے اندھا پہچان نہیں سکتا
بہر گز بادشاہ فوجیوں کو واپس لڑنے بھیجتا رہتا ہے اور زخمی حالت میں آگیا
وہ جاتا ہے کچھ دیر کے بعد اسٹیشن سپاہی داخل ہوتے ہیں اور بادشاہ اٹالیا
(Ataliba) کو گرفتار کر کے لے جاتے ہیں اس کے بعد رولا فوجیوں کے
ساتھ داخل ہوتا ہے نابینا شخص اسے بادشاہ کے قید خانے کی خبر دیتا ہے لیکن
شکست خوردہ سپاہی اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتے لیکن بوڑھے نابینا اور
رولا کے جوش و ملا نے بر تیار ہو جانے میں اسٹیشن سپاہیوں کا بھیا کر کے انھیں
بہڑاتے ہیں اور بادشاہ کو لے کر جیسے ہی واپس آتے ہیں ان کے فتح کی خبر ملتی ہے
کراچی کے ساتھ ساتھ ناک خبر بھی کہ ان کے ساتھ کبھی رہتے نہیں ہے جس کو بہت

صد یہ ہوتا ہے مگر وہی پناہ گاہ میں آتے ہیں۔ کوراء الانزود کے بارے میں دریا
کرتی ہے تو بادشاہ جواب دیتا ہے۔

Ata. I gave that Alongo is not
here.

Cora. Hoped you to find him?

Ata. Most am curasy?

Cora. Ataliba is he not Dead?

Ata. No! The gods will have heard
our prayers

Cora is he not Dead Ataliba?

Ata He lives in my heart

اس کے بعد خراکی ہے کہ الانزود مرا نہیں ہے بلکہ پناہ گاہ کی قید میں

ہے بادشاہ کہتا ہے کہ ہم ممکن کوشش کریں گے کہ اسے نکالیں چاہیے اس

کے لئے ہیں کچھ بھی پناہ گاہ کی نذر کرنا پڑے، غور میں اپنا زنجیر اتار کر رکھ دینی

ہیں اور کہتی ہیں کہ برب دے دو مگر الانزود کو دانیس لے آؤ۔

اس کے بعد دولا کو اس بات کا خیال آتا ہے جو الانزود نے کہی تھی کہ

اب الانزود کے بچنے کی کسی کو امید نہیں رہتی اس لئے "دولا" کو را کو بتاتا ہے

کہ اس کا فائدہ مرنے کے بعد اپنی جگہ اے دے گیا ہے اور یہی اس کی آخری وصیت
 تھی تو کورا بہت بگڑتی ہے اور فخر و شہرہ کرتی ہے کہ سر اسٹوہر شاہد اس لئے جان
 بحق ہوا۔ بدلا کو برسن کر بہت دکھ ہوتا ہے اور وہ الازد کو چھڑانے کے لئے چل
 پڑتا ہے۔

یہاں الازد کو پینزارد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ایلورا اسکی سفارش
 کرتی ہے مگر وہ یہ کہہ کر چلا جاتا ہے کہ صبح ہونے کے پہلے الازد کی موت ہوگی۔

Pig: Thinkest thou you sun
 will set? As surely at his
 rising Shall Alanzo die⁽¹⁾

اس پر ایلورا بہت ناراض ہو جاتی ہے اور اسکا انتقام لینے کا عہد کرتی ہے
 یہاں بادشاہ جل کے اندر جا کر اپنا لبادہ الازد کو اڑھا کر فرار کر دیتا ہے۔ ردلا بھی
 پہنچ کر مدد کرتا ہے، پر ایلورا بھی داخل ہوتی ہے۔ اب ایلورا اور بدلا پینزارد سے
 بہرہ لیتے اور اسے قتل کر کے کا پٹان بناتے ہیں۔

ادھر کورا بادشاہ اٹالیا اور شہر الازد و جھوٹ کر پہنچ گیا ہے اسے
 ایسا بوجھ طلب کرتی ہے جو اسنیش ریا ہی اٹھالے گئے ہیں جب دربار میں وہ بچہ
 پہنچتا ہے تو پینزارد بہت خوش ہوتا ہے اسے مارنے کا حکم دیتا ہے مگر ردلا غصہ
 سے بھر اٹھتا ہے اور بچے کو قہقہے کر فرار ہو جاتا ہے جس میں وہ خود گھائل ہو جاتا ہے

مگر بچے کو بچا لیتا ہے۔ واساں اکو را کو بچہ سونپتا ہے اور دم توڑ دیتا ہے۔ اور
پنیر ارد اور ایلانا نزدیکی جنگ ہوتی ہے جس میں "ایلورا" اکو را پنیر ارد کو ختم کر دیتی ہے
اور ایلانا نزدیک پاتا ہے۔

اس بات میں تو کسی شبہ کی گنجائش نہیں
"پنیر ارد" اور "اسیر حرص" :- کہ آغا حشر نے "اسیر حرص" "پنیر ارد" کو
صاف رکھ کر رکھا۔ انھوں نے کرداروں کے نام بدل کر سندھوستانی گردے پنیر ارد
کا جنگیز ایلوا کو نوشا بہ، اریزیمو کو صفد، ایلانجو کو ناصر اور رولا کو رستم کا نام
دیا مگر انھوں نے ضرورت کے مطابق اسے سندھوستانی پس منظر اور ماحول کے تحت
تبدیل کر لیا ہے۔

"پنیر ارد" میں ایلوا پنیر ارد کی معشوقہ ہے مگر اسیر حرص میں نوشا بہ جنگیز کی بیوی
چونکہ سندھوستانی معاشرہ نوشا بہ کو جنگیز کی معشوقہ قبول نہ کرتا اس لئے آغا حشر کو
یہ تبدیلی کرنی پڑی۔

دوسری تبدیلی یہ ہے کہ ایلورا، پنیر ارد سے اسلئے نفرت کرتی ہے کیونکہ
وہ پرو کے بادشاہ سے جنگ جیت کر اسکی لڑائی سے شاوی کرنا چاہتا ہے مگر
نوشا بہ صرف انسانیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے نفرت کرتی ہے کیونکہ
وہ ایک ظالم ہے۔ پنیر ارد ڈوبے میں پنیر ارد اور ایلانا نزدیکیوں میں ایک کھانا
کے شاگرد ہیں ساتھ ہی تجزیہ فتح کرتے ہیں اور بعد سمجھ میں جاتے ہیں مگر اسیر حرص
میں دونوں چارہ دکھائی ہیں سلطنت کا حق نامہ ہے مگر جنگیز اس پر حق جاسے
ہے۔ یہی دشمنی کی وجہ ہے۔ پنیر ارد میں "رولا" ایلانا نزدیکیوں سے جو "رولا"

کو اپنی دوستی کے لئے قربان کر دیتا ہے اور ابلانزد سے اس کی ثنادی کر دیتا ہے
 مگر اسیر حرص میں رہیں ماحول ہوی ہے اور رستم اسکا وفا وار سے سالار الازد کو
 پسر ارد میں ایک مذہبی راہب داسکا استاد رہا ہی دلاتا ہے مگر آغا حشر ایک کامک
 کا سہارا لیتے ہیں فتح دونوں میں سچائی کی موتی ہے مگر پسر ارد کا خاتمہ حزن ہے
 اور اسیر حرص کا طربہ کیوں کہ پسر ارد میں بچہ کو مچانے ہوئے یہ دلا سخت گھانٹا ہو کر
 دم توڑ دیتا ہے اور آخر میں پسر ارد بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے مگر اسیر
 میں رستم بھی بچ جاتا ہے اور پسر ارد بھی اپنی غلطیوں کا احساس کر کے ایک نیک
 آدمی بن جاتا ہے اور ناصر کو خوشی خوشی سلطنت سونپ دیتا ہے "پسر ارد" میں
 کامک سین با نکل نہیں مگر آغا حشر کے اسیر حرص میں پورے ڈرامے کے ساتھ
 کامک کا حصہ بھی چلتا رہتا ہے جو نبطا ہر ڈرامے کے الگ ہے مگر کہیں کہیں
 اے ڈرامے سے جوڑنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

اور اس کے خلاف
درجہ اولیٰ

پلاٹ

اس پر حصے تین ایکٹ اور اٹھارہ سین پر مشتمل ہے۔ پہلے ایکٹ میں
چھ سین ہیں جس میں دوسرا ² تیسرا ³ اور چارواں ⁴ کا ملک ہے۔ دوسرے ایکٹ
میں آٹھ سین ہیں جن میں تیسرا ³ اور ساواں ⁴ پورے ملک ہیں دوسرا ² یا چواں
اور تیسرے میں ملک کے ساتھ ساتھ ڈرامے کے قصبے کے ارتقا میں بھی
مدد ملی گئی ہے۔ تیسرے ایکٹ میں چار سین ہیں اور صرف دوسرے میں ہی ملک
ہے باقی سب سین خاص ڈرامے کے قصبے کے لئے وقف ہیں۔ پلاٹ یہ کہ جبکہ
انہی چھائی سو کے بعد تخت کے اہلی وارث ناصر کو حکومت کا والی نہیں بننے دیتا
بلکہ خود گدی پر بیٹھ جاتا ہے وہ نہ صرف حکومت و اقتدار کی حرص کا اس پر ہے
بلکہ ظالم بھی ہے ناصر الدولہ اس کی سب سے جس اور لڑکے قمر پر ہمیشہ مظالم ڈھانے
کی تدبیریں نکالتا رہتا ہے۔ اس کی سب سے نوٹا بہ ایک رحم دل اور نیک عورت ہے
وہ صفدر کو قید سے چھوڑ دیتی ہے چنگیز کے غصہ کی پرداہ کئے بغیر اسے ظلم اور گناہ

سے بھی رکھنے کی تمام تر کوششیں کرتی ہے۔
 چنگیز اور ناصر الدین کی جنگ ہوتی ہے جس میں ناصر الدین قید کر لیا جاتا ہے مگر
 جب اس کے وفادار سپہ سالار رستم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے تو اسے چھلانے
 چل دیتا ہے اس نے محمد بن کو بھی ناراض کر لیا ہے کیوں کہ جب وہ ناصر کی صحبت
 اسے بتاتا ہے کہ ناصر کی آخری خواہش یہی کہ سرے مرنے کے بعد جس کا
 شوہر رستم ہوا مگر جب اسے ناصر کے زندہ رہنے کی خبر ملتی ہے تو وہ مر جیسا کام
 شک دور کرنے کے لئے تنہا ناصر کو قید سے چھلانے کے لئے نکل پڑتا ہے کہ شاید
 وہ جس کے پانے کے لئے ہی رستم نے ناصر کو بھی بچایا۔ راستے میں اسے سلیم اور
 قنچٹ ملتے ہیں جو ناصر کو قید خانہ سے چھلانے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔
 رستم، ناصر کو قید سے چھلانے کے بعد چنگیز کو مار مار کر اس کی خواجگاہ میں جا
 پہنچتا ہے جہاں نوشاہہ بھی ملے ہوئے خود چنگیز کو مارنے کا ارادہ کر رہی ہے
 کیونکہ وہ اب اس کے مظالم سے تنگ آ چکی ہے اور اسے روکنے میں بھی کامیاب
 نہیں ہوتی۔ رستم نوشاہہ کو لہجہ دلا دیتا ہے کہ وہ چنگیز کو ختم کر دے گا اور اسے
 واپس کر دیتا ہے مگر وہ اسے ختم نہیں کرتا۔ اسی وقت چنگیز کے سپاہی ناصر الدین
 کے بچے قمر کو کھڑا لاتے ہیں چنگیز بہت خوش ہوتا ہے اور اسے مارنے کا حکم
 دیتا ہے مگر رستم اسے بچا کر لے جاتا ہے۔

چنگیز اور ناصر الدین کی چھ جنگ ہوتی ہے اور رستم چنگیز کو زبردستی کے
 مارنا چاہتا ہے۔ مگر ناصر الدین اسے روک دیتا ہے جس کا چنگیز کے دل پر بہت
 اثر ہوتا ہے اور وہ اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے ہوئے نیک انسان

بنانا ہے اور اپنے ہاتھ سے نافرمانی چھانٹتا ہے۔

سیاسی سماجی اور ادبی حیثیت جس وقت اس طرح تصنیف کیا گیا ملک کے سیاسی حالات بہت نازک تھے مسلمانوں کے لیڈر سرسید سمجھے جاتے تھے وہ بہت ہی پر جوش محب وطن اور قوم پرست تھے مگر کانگریس کے مخالفین میں شمار کئے جاتے تھے ان کا لگنا تھا کہ قوم کو مابین میں حصہ نہ لے کر تعلیم کی طرف نظر کرنا چاہئے لیکن ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے اپنی ایک ایک راہ نکالی اور سرسید کے مخالفت کے باوجود وہ کانگریس میں شامل ہو گئے۔ ان کے ایک خاص دوست شبلی نعمانی بھی کانگریس کے ہم خیال ہو گئے۔ آغا حشر بھی انہیں لوگوں میں سے ایک تھے جن کا دل ملک و قوم کی محبت سے سرشار تھا وہ کانگریس اور اس کی تحریک سے متاثر تھے ماسی لیڈروں نے اپنا سوجھ بوجھ سمجھالا اور جنگ آزادی میں کود پڑے مگر صنف کی تلوار تو قلم ہے اور وہ اسی تلوار سے وہ کام کر دکھاتا ہے جو لاکھوں افراد پر مشتمل فوج نہیں کر سکتی آغا حشر کیسے چپ رہ سکتے تھے انہوں نے اپنی قلم کے جواہر اس طرح میں دکھائے اور پورا ڈراما وطن کی محبت کے جذبے سے بھر دیا۔

نافرمانی کے پہلے سالہ صفر کو جس وقت زنجیروں میں جکڑ کر لایا جاتا ہے

(1) The History of Indian National Congress vol I (1885-1935) by P. L. Sharma
Ranaya, P. L. Sharma Publication
Bumby pages

اور اس کے لڑکے کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو صفدر کے قدموں
 میں لغزش نہیں ہوتی اور نصرت سے حب الوطنی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔
 جنگیز:- افسوس! جو میرے دشمن ہیں تو انہیں دوست مانتا ہے اچھا لانا
 تو بتا تو، کیا جانتا ہے۔

صفدر:- میں یہی جانتا ہوں

جنگیز:- کیا؟

صفدر:- اور کیا میری صبر سے انکار نہیں

میں سے تمہارے نہیں ظلم سے انکار نہیں

تجربہ سازئی نہیں ڈاکو نہیں بدکار نہیں

جنگیز:- اور بد زبان بند کر زبان ورنہ تیری زبان

صفدر:- کاٹ لو، کاٹ لو شوق سے کاٹ لو سر سے پہلے زبان کاٹ لو

اچھا ہوگا جو قیامت کے دن میرے بھند میں زبان نہ ہوگی جس سے

خدا کے آگے تمہاری جفا بیان نہ ہوگی۔

دلادری:- کس قدر گستاخیاں پیدا ہیں اس گفتار سے +

اس کی باتوں کا جواب اب دیکھئے تلوار سے

صفدر:- صفدر و صفدر و اسی تلوار کو اپنے میان کے گھونگھٹ میں چھپا لو نہیں تو اس پر

رنگ آجائے گا کیوں؟ کیا ایسے بہادروں سے ملک تلخ کیا جائیگا

جو ایک بے دست و پا پر تلوار اٹھاتے ہیں شیر کوز بچروں میں ہلکا کر

لوٹروں سے ڈراتے ہیں جاؤ اسے ڈراؤ جو ڈرنے والا ہے تم سے

تم جیسوں کو ٹھوکروں سے اڑا ڈالا ہے۔

ان سکالموں کے پس پردہ آغا حشر چنگیز کے روپ میں انگریزوں کے مظالم اور نا صراحتہ دل کے ذریعہ ایسا مظلوم جو اپنی حکومت ماننے کے لئے جدوجہد کر رہا ہے، کی عکاسی کی ہے یقیناً اس طرح کے سکالموں سے آزادی کے ستاروں کو بہت تقویت اور حوصلہ ملتا ہوگا لوگوں کے دلوں میں وطن پر مرنے کا جذبہ ابھرتا ہوگا۔ یہی وہ وقت تھا جسے انگریزوں کی حکومت کا بدترین دور سمجھا جاتا تھا آغا حشر لے اسے نوشاہہ کے ذریعہ اس طرح سے کھلوا دیا ہے۔

نوشاہہ :- بد سیر بد شکال میرے وار کا اتنا خیال ہے مگر اپنے وار کا کچھ خیال نہ کیا جو سکروں کا گلا حلال کیا۔

بھڑے بکری کو اس طرح نہ کھاتے ہونگے شیر انسانوں کو ایسے نہ چباتے ہوں گے

بے گناہوں کو وہ دیتا ہے تو دیتا ہے نرا جو جہنم میں گنہگار نہ پاتے ہوں گے

چنگیز! اچھا اگر تو، بھی دشمنوں کی رانگھی ہے تو تیری جان کب بچتی جاتی ہے۔

(چنگیز نوشاہہ کو مارنا چاہتا ہے رستم بدکشا ہے) رستم :- خبردار!

نوشاہہ :- آہ جان، جان کیا چیز ہے؟ ایک روز نکل جائے گی نہ گئی اب کل

جائے گی مگر اتنا ہی افسوس ہے کہ دنیا کو ترے عذاب سے بھڑاتی تو خوشی

سے تیری تلوار کھا کر مرنی۔ اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار اسیر حرص کا

۱۰ اسیر حرص باب پہلا پردہ دوسرا

بہتر دیکھئے

سٹی ہی میں سٹی جو ملائی ہے بدن کی
بہتر ہے ملا درائے سٹی میں وطن کی

ظاہر ہے کہ آغا حشر نے "اسیر حرص" لکھنے کا فیصلہ اسی وجہ سے
کیا ہوگا کہ اس کے ذریعہ وہ ملک و قوم کی خدمت کر سکیں اور لوگوں میں
حب الوطنی کا جذبہ پیدا کر سکیں تاکہ انگریزوں سے ملک آزاد کرانے کیلئے
جو جنگ خفرائی ہوئی تھی اس میں ادب، خصوصاً ڈراما بھی کچھ کام کا آتے؟
اور یقیناً آغا حشر بہت حد تک اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے۔
ادبی حیثیت سے بھی "اسیر حرص" نے اس زمانے میں بھی ایسا ایک
قدر قیمت منوالی تھی اس کی کچھ اہم وجوہات تھیں۔

(۱) اسیر حرص کے ساتھ ہی اردو ڈراما نگاری میں "اسیر کاغذ" نامہ

(۲) شری سگالوں کی باقاعدہ شروعات

(۳) سماج کے اصلاحی پہلو کو لے کر درائے کی تخلیق

(۴) درائے میں ایسے اشعار اور سگالے جو وطن کی محبت سے سرشار ہوں

(۵) سفر و طرز بیان

انہیں خصوصیات کے پیش نظر اسیر حرص ایک ادبی شاہکار بن گیا۔

اسیر حرص کی زبان و بیان کے بارے میں سب سے

زبان و بیان :- بہتر یہی ہوگا کہ خود مصنف کی رائے کا جائزہ لیں

۱۔ اسیر حرص پہلا باب

”حشر ہی وہ شخص ہے جس نے اپنا سب سے پہلا انقلابی انگیز ڈراما اسیر حرم
 لکھے کر ”حشر ایکادلی“ اور چند راوی کے دور ڈراما نویسی کا خاتمہ کر دیا اور
 شہر میں زبان اور رواں بیان، گونا گوں استعارات، بلند مایہ تشبیہات، فلک
 سماں تخیل اور شرکت مآب الفاظ، ہر قسموں جذبات، منطقیانہ طرز استدلال
 فلسفیانہ مباحث کو روشناس کیا۔“

برائے نقیاس اس خط کا ہے جو آغا حشر نے نقیش لاہوری کے اس خط
 کے جواب میں لکھا تھا جس میں نقیش نے لکھا تھا کہ بھت سے ناقدین آپ کے ڈراموں
 پر اعتراض کرتے ہیں اور انھیں کچھ اعلاط نظر آتے ہیں وہ آپ کے نظریوں سے
 بھی اختلاف کرتے ہیں حشر نے ان کے اس طرح کے خط کے جواب میں ایک جامع
 اور مدلل مضمون لکھا۔ جس میں اس وقت کے طرز فکر اور ادبی ماحول پر روشنی
 پڑی ہے جبکہ اسیر حرم تصنیف کیا گیا تھا۔ سندرجہ بالا نقیاس سے ظاہر
 ہے کہ اسیر حرم سے پہلے اردو کے ڈرامے چند راوی کی طرز کے ہوتے تھے۔
 حشر نے باغیانہ رخ اختیار کیا جسے وہ ڈرامے کی دنیا کا ایک انقلاب سمجھتے
 ہیں۔ یہی وہ ہے اردو ڈراما نگاری میں اسیر حرم ایک سنگ میل کی حیثیت
 رکھتا ہے۔

چنانچہ اسیر حرم سے ہی ڈراما نگاری میں معیاری نثر کا کاموں کی شروعات

سید ابوالخیر محمد امجدی نقیش لاہوری کے خط کے جواب میں لکھے گئے ایک
 خط سے ماٹرز سیرنگ ۳

ہوئی، لوگوں کے کان منظم کالموں کے عادی تھے اس لئے آغا حشر نے
 اسیرِ حرص میں اس طرح کے کالمے لکھے کہ ان کی زبان مقفی اور ریح ہوا ہوں
 نے اپنی بات کو زور دینے کے لئے اشعار کا استعمال کیا ہے۔
 نوشاہہ :- مگر میں نے تو زنا ہے کہ آپ کی فوجی حالت بہت کمزور ہے۔
 جنگیز :- مجھے صرف اپنی تلوار کا زور ہے

نوشاہہ :- کیا یہی تلوار؟

جنگیز :- ہاں یہی تلوار

نوشاہہ :- عقل کے بے جا حالت جو سکھ جاتی ہے؟
 مانتہ میں جب کسی نادان کے آجاتی ہے

عقل و دانائی کی جگہ کاٹ گئے کھا جاتی ہے

جنگیز :- تو کیا؟ تمہاری رائے میں صلح سے کلام نہیں؟

نوشاہہ :- سرے خیال سے تو آپ نصف کوئی نہیں

ان کالموں سے آغا حشر کی زبان اور زور بیان کا اندازہ لگایا جاسکتا
 ہے اسیرِ حرص کی قبولیت کی ایک وجہ اس کا زور بیان بھی ہے اسیرِ حرص کی زبان
 میں بلا کی چاشنی اور زائد تشبیہات و استعارات کی ٹھیکاریاں جابجا نظر آتی
 ہیں جب اسیرِ حرص کے کردار کی تہذیبی انداز میں سکالے بولتے ہیں تو دل میں
 گدگدائی ہونے لگتی ہے آغا حشر نے اس زمانے میں بھی کوشش کی تھی

کر زبان کو زیادہ سے زیادہ صاف کیا جائے حالانکہ زمانے کے مطابق جلے
تک بند ہی رہے کہیں کہیں بے محل اور بے تکلفانہ استعمال بھی نظر آتا
ہے لیکن ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسیر حرص کی زبان اس منزل
کی طرف پہلا قدم تھا جہاں آغا حشر کی نگاہیں ٹچی ہوئی تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس ڈرامے کی مقبولیت برسوں بعد تک قائم رہی اور اس کے
لاٹ سریہ از اسٹیت، جیسی مشہور زمانہ فلم بنائی گئی جس میں "اسیر حرص" کے
سکالے تم استعمال کئے گئے لیکن آغا حشر کا نام کیوں نہیں آیا یا اس کی وجہ یہ کہ
دیواندہ حیثیت اور مشہور جوتی بند محض درافرو ہو گئے۔

ذیلی کے مکالموں کو دیکھ کر اندازہ ہو گا کہ اسیر حرص کے مکالموں کی زبان
دوباروں کتنا زور تھا۔ تشبیہات و استعارات سے آغا حشر نے اس طرح اپنے
مکالمے سجائے اور اتارے کہ ذریعہ اس طرح اپنے مکالموں کے زور کو بڑھایا۔

اسراہیل کا نام کچھ ہتھکڑیوں اور زنجیروں میں باندھ کر لانا

چنگیز کا یہ کہیہ شاہ زمانا، کہیے آپ نے غلام کو چھوڑنا؟

اور زنجیروں کو کون نہیں جانتا؟ سر نہیں بھجاتا ہے

شکر و صورت دیکھ لی کپڑے سنت و بچہ لی

نام چلے سے ساتھ آج صورت دیکھ لی

چنگیز اور غریب تو زنجیروں میں بکڑ ہوا ہے پھر بھی یوں اکڑا ہوا ہے؟

عزت گئی نشان گیا آبرو گئی

دل سے گرد میرے صورت کی ہو گئی

سر سے غرور مسندِ تخت نہیں گیا
رستی تمام جل گئی پر بل نہیں گیا
ناصر: عزت والے مصیبت میں کب دبتے ہیں؟ تارے دن کے بدلے رات کو

چمکتے ہیں۔
خاک ہو کر آبرو زیرِ فلک جاتی نہیں
عطر کی مٹی میں عکس بھی مہک جاتی نہیں
جان جائیگی مگر جو نہ جائیگی کبھی
توڑ بھی ڈالو تو ہیرے کی چمک جاتی نہیں
ایک جگہ اور فرمایا۔

نوٹا بہ: افسوس، برق و برسات بھی شور و غل کے بعد کھم جاتے ہیں پہاڑ و درخت
بھی زلزلے کے بعد جم جاتے ہیں مگر تمہارے غصے کی آگ ایسی ہے جو ہزاروں
لاگھ پھونکنے پر بھی ویسی کی ویسی ہے۔

کر دار نگاری: اسیرِ حرص کی کر دار نگاری پر نظر کرنے سے پہلے ہمیں اس وقت
کا ماحول بھی سامنے رکھنا ہو گا اور یہ بھی خیال رکھنا پڑے
گا کہ اسیرِ حرص کا پلاٹ ایک مغربی ڈرامے سے ماخوذ ہے۔ یہ سچ ہے کہ
اب اندر سمجھا اور چند راوتی جیسے کر دار نہیں رہے تھے احسن اور الب
وغیرہ نے ان سے چھٹکارا دلا دیا تھا لیکن ان کا خمار اب بھی مانتی تھا۔
اسی لئے اسیرِ حرص میں چنگیز، ناصر الدولہ، رستم اور صفدر جیسے کر دار دکھائی
دیتے ہیں۔

✓ آغا حشر نے اسیر دریں میں چنگیز کے کردار کو بہت اچھی طرح پیش کیا ہے
وہ بہادر تو ہے مگر بے حر نظام ہے۔ سب سے پہلے اس کا ظلم اس وقت سامنے
آتا ہے جب صفدر کے لڑکے کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش
کر دیتا ہے۔

(والا اور جنگ کا صفر جنگ کے آنا)

نوشاہ، تحفہ کے ساتھ گرفتار ہے، یہ کیا اسرار ہے؟ گلشن ادرآؤ،
کشتی پر سے طرف اٹھاؤ۔

گلشن :- ادنیٰ ادنیٰ بیوی خون خون۔

نوشاہ :- میں ہیں کیا ہو گیا خون ٹھہر میں خود دیکھتی ہوں۔ (دیکھ کر)
اُف! خون سے

تعجب ہے مجھے آنکھوں نے کس حیرت میں ڈالا ہے

الہی خیر کرنا اس جگہ کیا ہونے والا ہے

(قیدی سے) کیوں اے گرفتار قیدی، آپ کو کس نے سزا دی!

صفدر :- جس نے غرور کا زور اٹھایا اور خاک کو خاک میں ملایا۔

تب نوشاہ اس سے سارا حال دریافت کرتی ہے اور پوچھتی

ہے کہ یہ کس کا سر ہے؟

صفدر :- آہ یہ پوچھو یہ کس آسمان کا ہے تارا

سمجھ لو کہ ہے موت نے اس کو مارا

نو شاہ :- تو یہ بھی کوئی بہادر یا صاحب دماغ تھا ۔

صفر :- آہ افسوس بالو یہ میرے گھر کا چراغ تھا ۔

نو شاہ :- میں تو یہ آپ کا بیٹا ۹ ۔

صفر :- جی ہاں وہی قسمت کا بیٹا، جو موت کی گود میں لیٹا (۱)

اس کے بعد اس کی ظالم طبیعت تب عروج پر پہنچی ہے ۔ جب وہ

نام الدولہ کے بچے کو دریا میں پھینکنے کا حکم دیتا ہے ۔

چنگیز :- کون نام کا جگر بند؟ پھینک دے شیطان کے بچے کو دریا میں پھینک

دو ۔

رستم :- چنگیز چنگیز اس بے گناہ کو رہا کر ۔

چنگیز :- ہرگز نہیں لے جاؤ! لڑائی کے وقت اس کا سر کاٹ کر نینرے پیر

چڑھاؤں گا اور اس کی ماں کو فتح کی مبارک دینے جاؤں گا ۔

چنگیز اس وقت بے حد خود غرض دکھائی دیتا ہے جب وہ دنیا کی

ہر شے کو اپنے لئے ہی تصور کرتا ہے اور خواہش رکھتا ہے کہ اگر

وہ خیر اسے حاصل نہ ہو تو کسی کو بھی نہ ملے ۔

چنگیز :- سب کو ہر گارج ہم کو غم نہیں تو کچھ بھی نہیں ۔

اور روئیں اپنے گھر ماتم نہیں تو کچھ نہیں ۔

آدمی دنیا میں ہر دم خوش نہیں تو کچھ نہیں

دم کے ہیں سب دم دے جب دم نہیں تو کچھ نہیں

ساری دنیا بیچ ہے جب ہم نہیں تو کچھ نہیں... (۲)

ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ نواشاہ سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ

وہ جب صفدر کو چھوڑ دیتی ہے تو صرف ناراض ہو کر رہ جاتا ہے۔

رستم ایک مثالی کردار کے روپ میں سامنے آتا ہے وہ اپنے آقا نام الدولہ

سے بے حد محبت کرتا ہے مگر جیسے سے سخت قسمت سننے کے بعد بھی وہ

نام کی جان بچانے کے لئے تنہا نکل پڑتا ہے۔ اور رحمدل بھی اتنا ہے کہ

چنگیز کو جان سے نہیں مارتا اسے چھوڑ دیتا ہے۔ تاکہ اُسے نیک بننے کا موقع

ملے۔ مگر جذباتی اتنا ہے کہ نام الدولہ کے بچے کو قید میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے

اور چنگیز سے اس کی جان بچانے کے لئے گڑ گڑاتا ہے۔ |

رستم: اف! کیسی بیدردی، کیسی نامردی دیکھو دیکھو جو رستم کسی کے سامنے آج

تک نہیں جھکا وہ آج دکھ کے بوجھ سے تیرے آگے جھکتا ہے۔ معاف

کر اس بے گناہ کو رہا کر۔

چنگیز: ہر گز نہیں بے جاؤ۔

رستم: چنگیز میں تجھ سے بھیک مانگتا ہوں بھیک۔

چنگیز: کیا؟

رستم: اس کی جان!

چنگیز: خلافِ ارمان (۱)

چنگیز جب کسی صورت نہیں مانتا تو بہادری سے وہ بچے کو چھین لیتا ہے
 اور تنہا سپاہیوں سے مقابلہ کرتا ہوا چلا جاتا ہے ۔
 ناصر الدولہ کا کردار کچھ دبا دبا سا ہے اس کی بہادری صرف اس وقت ابھر
 کر سامنے آتی ہے جب اسے قید گم کے چنگیز کے سامنے لایا جاتا ہے مگر اس
 وقت وہ بہادری سے زیادہ ایک فلسفی اور ناصح دکھائی دیتا ہے
 جب ناصر چنگیز سے سوال کرتا ہے کہ تجھے میری دشمنی سے کیا فائدہ ہے تو ۔
 چنگیز :- فائدہ ؟ سلطنت حاصل کرنے کا قاعدہ جس طرح سے ایک میان میں
 ڈونچر آبدار نہیں رہ سکتے اسی طرح ایک ملک میں دو شہریار نہیں رہ سکتے ۔

بھوک جب لگتی ہے طبیعت صبر کر سکتی نہیں
 ایک روٹی دو لشر کا پیٹ بھر سکتی نہیں

ناصر :- یہ تو انسانی خصلت نہیں ہے، آدمی ایک روٹی دس آدمیوں کو بانٹ
 کر کھاتا ہے، مگر ایک کتا ہڈی اکیلے چباتا ہے ۔
 جہان میں رہ کر جن لوگوں میں ایسی کج ادائیگی ہے ۔
 وہ اک گتے ہیں لیکن شکل انسانوں کی پائی ہے ۔ (۱)
 وہ ایک حساس شوہر اور فکر مند باپ کے روپ میں اس وقت سامنے
 آتا ہے جنگ میں ہاتے وقت رستم کو اپنا وارث بناتا ہے ۔

فسوانی کرداروں میں نو شابہ کا کردار بہت ہی انوکھا ہے وہ ظالم جنگینز کی بیوی ہے مگر بے حد نیک ہے بار بار جنگینز کو بچھانے کی کوشش کرتی ہے جنگینز: تو کیا تم میری بیوی ہو کہ میری شریک نہیں۔ نو شابہ: نہیں، مظلوم سانپ کی شراکت ٹھیک ہے مگر ظالم شہوہر کی شراکت ٹھیک نہیں۔ جنگینز: خیر شہوہر کی نہیں تو دشمن کی شراکت کرنا، ناصر کے ساتھ تو بھی قبر میں اتنا

شہوہر سے بڑھ کے دشمن جانی کا دھیان ہو
چل دور ناسزائی یہاں سے دفعتاً ہو
مگر جب جنگینز کسی صورت اپنے کارناموں سے بعض نہیں آتا تو نو شابہ خود ہی منجھڑے کر اس کا خاتمہ کرنے کی خواب گاہ میں جا پہنچتی ہے۔
مہ جیسے اور فر کے کردار بہت ہی دھندلے ہیں انھیں صرف کہانی کو آگے بڑھانے کے لئے کام میں لایا گیا ہے۔

طنز و مزاح: آغا حشر نے ڈرامے کا رنگ تو بدل دیا اس میں لشر لے آئے مگر مزاحیہ حقے میں زیادہ فرق نہیں کر سکے
اس کی جو خاص وجہ تھی اس کے بارے میں آغا حشر نے خود لکھا ہے کہ
ان سے پہلے کامکوں میں خوب اٹھا پیچھا ہوا کرتی تھی اور کامیڈی ایکشن کی زیادہ تھی۔

دھیرے دھیرے اسے انھوں نے الفاظ میں ڈھالا۔ جیسا کہ اسیر حرص میں ہے
 مزاحیہ تھے ڈرامے کے خاص پلاٹ سے تقریباً الگ ہیں آغا حشر کی نظر میں
 ایسا کہ نا اس وقت بہت ضروری تھا کیونکہ سینئر سیشننگ کا کام بہت مشکل تھا۔
 جب تک آگے کے پردے میں کام ہوتا تھا تب تک سمجھیے ایک خاص بات
 اور چھپی ہوئی تھی وہ یہ کہ سماج میں پھیلی ہوئی بُرائیوں پر طنز کرنے کا اس
 سے اچھا اور ذریعہ نہیں تھا۔ ڈراما نگار اس موقع کو کیسے ہاتھ سے جانے دیتے
 آغا حشر بھی کب سمجھے بیٹھے والے تھے اسیر حرص کی ایک مثال دیکھئے یہ وہ
 وقت تھا جب لوگ انگریزوں کی خوشامد کمرے، "خان بہادر" کا لقب
 حاصل کرنا چاہتے تھے آغا حشر کو یہ بات بہت ناگوار گزری کہ ایک طرف تو
 جنگ آزادی کے سپاہی انگریزوں سے لڑ رہے ہیں اور عزیز پر جان قربان
 کر رہے ہیں دوسری طرف لوگ انھیں انگریزوں سے خان بہادر کا خطاب
 حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اسیر حرص کے کامک میں کاری ضرب لگائی
 جس سے خان بہادری کے دیوانے تلملا آگئے۔
 حماقت :- اور کیا! گٹر ماسٹر سے رشتہ رشتہ میونسپلٹی کے ممبر بن جائیں گے
 غریب بھائیوں کی گردن پر چھری پھرائیں گے، جو دس پیسے نہ دے
 سکیں گے ان پر دس روپے کا ٹیکس لگائیں گے، اپنی عزت و حرمت
 بڑھائیں گے اور پھر سادہ حماقت بیگ کے عوض خان بہادر حماقت
 بیگ کہلائیں گے

اس وقت خان بہادروں کے کردار پر انگلی اٹھانا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر
آغا حشر نے ان کی کوتاہیوں پر بھرپور وار کیا اور بغیر کسی خوف کے بیباکی سے اپنی
بات کہی۔ انھوں نے ایک گانا بھی تر تیب دیا جو بہت مقبول ہوا۔

ساروں میں یاروں میں، بھنگی چاروں میں دھڑلی کھاروں میں پاؤں گانا
کرسی پر بیٹھوں گا یاروں سے انٹھوں گا دولت سمیٹوں گا صبح و شام

میں خان بہادر بن کے میں خان بہادر بن کے

دروں گا، زروں گا، گھر رشوت سے بھریں گا

چال چلوں گا تن کے میں خان بہادر

ایک طرف تو یہ اصلاحی پہلو دوسری طرف گھونسا اور لالت جوتے بھی خوب
دکھائی دیتے ہیں۔

امیر مرہٹوں کے مختلف کامک کے سیں اس وقت پر مشتمل ہیں کہ حماقت بیگ
اپنے بیٹے سلیم کی معشوقہ کو دل دے بیٹھتا ہے۔

اسے معلوم نہیں کہ وہ سلیم کی معشوقہ ہے اس کا نوکر

جھنجھٹ، سلیم اور حسینہ مل کر اسے بیوقوف بناتے ہیں اور اس کی حماقتوں کی
سزا دیتے ہیں جس سے سامعین ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔ لیکن

آغا حشر نے اس کامک کے ذریعے اس زمانے میں پھیلی ہوئی ایک مہلک بُرائی

کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ کہ جو بوڑھے جو آٹھ عمر کی لڑکیوں سے شادی کے

متمنی ہوتے ہیں ان کی کیا حالت ہوتی ہے امیر زادے پیسے کے بل پر عیا شمی کرتے

ہیں اور اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں۔

(سلیم کا شکل بدل کر آنا)

سلیم :- جناب تسلیم -

حماقت :- تسلیم تسلیم، آپ کا اسم شریف -

سلیم :- جناب فدوی کو کہتے ہیں عبداللطیف اصل میں بندہ امیر زادہ

ہے مگر ان دنوں دلالی کے پیشے پر آمادہ ہے

حماقت :- امیر زادے ہو یا شیطان زادے - مگر ہو تو دلال؟

سلیم :- جی ہاں جی ہاں میں دلال ہوں

حماقت :- دلال کہاں کے؟ چکلے کے؟

سلیم :- توبہ توبہ کیا آپ بھی مجھ سے دل لگی کرتے ہیں :-

حماقت :- اچی دل لگی کا ہے کی جب پیشہ ہے تو کیا اندیشہ ہے آج کل کے

امیروں کے لڑکوں نے اپنے ماں باپ کی لاکھوں کی کمائی ایک روپیہ

کھانے والی پٹریا پھنسانے میں گنوا لی جب مفلسی نے گمہ دن دبا لی تو

بھیک مانگنے کی نوبت آئی جب پیٹ ہوا بھوکا اور جیب ہوئی خالی

تو خریداری چھوڑ کر کرنے لگے دلالی کہو کیسی کہی لے کہو کیسی کہی -

اغاحشر نے ان مکالموں کو پیش کر کے سماج کی اصلاح کرنے کی کوشش

کی مگر وہ چاہتے تو الفاظ کو اور بھی تراش خراش کر لاسکتے تھے کہیں

کہیں انھوں نے یہ کوشش ضرور کی ہے -

اور یقیناً وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے
ہائے مجھے درد دل نے ستایا

نغاں میں، آہ میں، نریاد میں، شبیوں میں، نالوں میں
سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

کیا بے بسی ہیں ہم کہ وہیں ہر سو بدلتے ہیں
جو حل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

سانس دیکھی تین بسمل جو آتے آتے
اور چرخہ دیا جلاد نے جاتے جاتے

اسیر قریب آغا حشر کی کامیابی کا پہلا پڑاؤ ہے اس لئے اس میں قدیم کا
رنگ آتا جو فطری تھا مگر بہت کچھ انھوں نے الگ ہٹ کر بھی لکھا۔ کامک
میں اٹھا بیٹھ جوتا پیل، مکالموں میں شغفی اور مسیح عبارت اور گانے اٹھٹے
ضرور معلوم ہوتے ہیں مگر اس وقت نے ڈرامائی ماحول پر نظر دوڑانے کے
بعد کچھ التزام تو حشر کے سر سے اتر ہی جاتا ہے۔

ڈراما اردو کا اور گانے فارسی ہندی کے یہ رواج
گانے اور اشعار آغا حشر نے بھی قائم رکھا ملاحظہ فرمائیں اسیر قریب کے
کچھ ہندی گانوں کی جھلکیاں :-

(۱) دینا ناتھ سو ہے دوت تادو ۔

(۲) چلتی چھیلا چال سندر البیلی ۔

(۳) موری کا ہے کمرت ہو برائی سہنی ۔

- (۴) چادر گونیاں نہک چال جنیاں ۔
 (۵) انہوا کی ڈار کی اڈری جھولنا جھلاڈری ۔
 (۶) پل پل تن من دھن وارورے پران پیار پھل پل وارورے ۔
 (۷) سکھی جھولن میں راجن جھولت جھولنا ۔
 (۸) مورے شام مورے دھام مورے سنوریا ۔
 (۹) آؤ آؤ چھیلا میں مدھوا پلاؤں ۔
 (۱۰) نین کو بھائے پیتم، درشن دکھائے پیتم ۔
 (۱۱) اے من دھیر دھرو مور کی سبجی ۔
 (۱۲) نہیں کون ان ریت سکھائی ۔

ہندی گانوں کی اتنی لمبی فہرست اور بھی گانوں میں بہت ہندی کا استعمال ہو سکتا ہے کہ اس وقت لوگوں کے سمجھ میں آ جاتا ہو مگر ایسا لگتا ہے آج بھی لوگ ان گانوں کو پوری طرح نہیں سمجھ پائے خاص طور سے اردو والوں نے تو ان گانوں کو اس طرح شائع کر دیا ہے کہ انکا حلیہ ہی بدل گیا، انکا شعر نے "اسیر مرص" لکھتے وقت ہی سمجھ لیا تھا کہ اب ایسے گانے چلیں گے جن میں ہندی اور اردو دونوں کا امتزاج ہو اسی لئے انھوں نے اسیر مرص کے کئی گانے آسان زبان میں بھی لکھے اور جب اردو کا استعمال کیا تو کہیں کہیں کٹھن الفاظ کے استعمال سے دامن نہیں بچا پائے مگر انداز لفظینا جدید تھا اور کمال تو یہ ہے یہ سب گانے موسیقی کی تسوٹی پر بھی کھرے اترتے ہیں اسیر مرص کے اس طرح کے گانوں کے مکھڑے ملاحظہ فرمائیں ۔

- (۱) اجی واہ جی واہ، دیوانہ ہے بندر ٹھنڈر قلندر سے پالا پٹرا۔
- (۲) اماں مجھے اچھی سی ٹوپی منگا دے۔
- (۳) ہائے مجھے دردِ حشر نے ستایا۔
- (۴) چلی ناؤ مجدھار، لگا دے پار، پلا دے پار، بنے سرشار ہر اک سے خوار
- (۵) یہ کہاں لکھی میری قسمت جو تو نیک کار ہوتا۔
- (۶) جوان دو لہا پہ ہوں میں نثار۔
- (۷) سزا دیتے ہیں یار تیرے بال گھونگھروالے۔
- (۸) صورت میں سیرت میں۔

اسیرِ حرص کے گانے چاہے وہ ہندی کے ہوں، اُردو کے یا ملی جلی زبان کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ڈراما نگاری کے ابتدائی دور میں ہی اُن کا مطالعہ کافی وسیع تھا۔ ہندی کے الفاظ اس کثرت اور شان سے لانا بغیر مطالعہ کے ممکن نہیں اور قوافی کا اتنا عمدہ استعمال جب تک ممکن نہیں۔ تب تک فطری شاعری نہ ہو۔

آغا حشر استادِ ذوق اور مرزا غالب سے بہت حد تک متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے ذوق کا ایک شعر بھی اسیرِ حرص میں استعمال کیا ہے۔

پھول تو دودن بہارِ جانِ فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن گئے مرجھا گئے

اے ڈاکٹر مسعود حسن رضوی ادیب نے اس شعر کو ذوق کا لکھا ہے مگر مہر علی اوی
تبدیل ہے بخاری شاعری ص ۱۱۱ میں شعر اس طرح ہے کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا
گئے۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن گئے مرجھا گئے مگر ذوق کے دیوان میں یہ
شعر نظر نہیں آیا۔

اور مرزا غالب کی بجز اور زمین پر نہ صرف کافی اشعار کہے بلکہ گانے بھی
لکھ ڈالے۔

”یہ کہاں کتنی میری قسمت جو تو نیک کار ہوتا“

مگر اسوجہ بات میں کوئی شک نہیں کہ اسیر مرص کے گانے بہت مقبول
ہوئے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج ۵۷ برس بعد بھی اسیر مرص کے
گانوں کی نقل میں فلموں کے گانے لکھے جا رہے ہیں اور مقبولیت
پا رہے ہیں۔

(۱) سیاں سے ملن ہو گا اے من دھیر دھرو..... (انوکھی رات)

(۲) لندن سے آیا میں بن ٹھن کے..... (گوپی)

(۳) بڑا ہو کے دیس کا سیرا ہی بنوں گا..... (سن آف انڈیا)

اسیر مرص کے اشعار بھی ڈرامے کے مکالموں میں تقویت بخشتے ہیں ان
میں آغا حشر نے فارسی اور ہندی دونوں طرح کی بکروں کا استعمال کیا ہے
تین تین مصرعوں کے قطعے اس انداز میں کہے ہیں کہ مکالمے بولتے وقت شعر
میں زور پیدا ہو جائے۔ کہیں کہیں پانچ پانچ مصرعے بھی کہے ہیں۔
گئے وہ دن کہ حق میں قدر تھی دل کے لگانے سے

عداوت اب تو ہو جاتی ہے اس کا نام آنے سے

یہ ثابت ہو گیا اچھی طرح اب آزمانے سے

جسے کہتے ہیں الفت اٹھ گئی سارے زمانے سے

خوشی ہوتی ہے اب بھائی کو بھائی کے ستارے سے

اسیرِ مرص میں انتخاب کرنے سے بہت سے اشعارِ معیاری اور بلند پایہ
مل جائیں گے جن کو اگر ڈراے سے الگ بھی کر دیا جائے تو بے حد لطف
دیں گے لیکن ڈراے میں جس جگہ وہ استعمال ہوئے ہیں اور بھی لطف
دیتے ہیں چند اشعار دیکھئے۔

- (۱) چمک دیتے ہیں کیا پانی کے قطرے صبح روشن ہیں
فلکی ہیں موتیوں کی جھالیں صبح کے دامن میں
- (۲) غضب ہے اس بیت کا فریب میرا دم نکلتا ہے
نیا تابوت جس کے کوپے سے ہر دم نکلتا ہے
- (۳) جی جائے اس دوا سے جیسے دم میں دم نہیں
بوسہ تیرا علاج مسیحا سے کم نہیں
- (۴) خاک ہو کر آہد وزیرِ فلک جاتی نہیں
عطر کی مٹکی میں مل کر بھی مہک جاتی نہیں
جان جائے گی مگر جو ہر نہ جائیں گے کبھی
توڑ بھی ڈالو تو ہیرے کی چمک جاتی نہیں
- (۵) معلوم جو ہوتا ہے یہی انجہامِ محبت
لینے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت
اس طرح کے نہ معلوم کتنے اشعار اسیرِ مرص کے گلشن کو اپنی خوشبو سے
عطر کئے ہوئے ہیں۔ جو اسیرِ مرص کی کامیابی میں برابر کے شریک ہیں۔

اسیر ترس اور

اس کا اصلی روپ

اسیر ترس کا ذکر تو بہت سی کتابوں میں آیا ہے، لیکن کتابوں میں اس کے
اقتباسات بھی نقل کئے گئے ہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ آغا حشر کا یہ مشہور ڈراما
پوری طرح سے مرتبہ دوبار شائع ہوا۔

(۱) دیا سنگھ اینڈ سن لاہور ۱۹۱۵ء کے قریب۔

(۲) آئندہ مرتبہ لاہور ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۵ء میں اور شیری بار اعتقاد

پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۷۸ء میں

مرتبہ ڈاکٹر سید وقار عظیم

ریجنل کتب مشلا

(۱) اردو ڈرامہ ڈاکٹر قمر بیس۔ سر سید بک ڈپو علی گڑھ ۱۹۶۳ء

(۲) اردو فقیر، ڈاکٹر عبد العلیم نامی۔ انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۶۶ء

(۳) آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما ڈاکٹر انجمن آرا بیگم۔

ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۷۹ء

(۲) آغا حشر اور ناٹک (ہندی) عبدالقدوس نیرنگ

یوپی سنگیت ناٹک اکاڈمی لکھنؤ ۱۹۷۸ء

وغیرہ اسیر حوصلے پر تنقید لکھتے وقت اس ڈرامے کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں مگر.... دیکھنے کے بعد ایسا لگا کہ سبھی نے وقار عظیم کے مرتبہ ڈراموں سے ہی نکال لیا ہے کیونکہ جس طرح کا ڈراما وقار عظیم کی کتاب ”آغا حشر اور ان کے ڈرامے“ میں چھپا ہے وہ صحیح ہو یا غلط ان لوگوں نے اسے تقریباً ویسے کا ویسا ہی اتار دیا ہے مثلاً اردو ڈرامہ میں ڈاکٹر قمر ہاشمی نے ایک اقتباس اس طرح پیش کیا ہے۔

باب پہلا سین چوتھا۔ باغیچہ ناصر الدولہ۔

(قمر سیر ناصر الدولہ کا بھولا بھولتے اور منہ جبین کا مح سہیلیوں کے نظر آنا)

گانا

سہیلیاں... سکھی پھولن میں راجن جھولت جھولنا، ماند ہوا مکھ چاند واہ واہ
جھولو جھولو سرتاج، جھولو جھولو راجن کے راج سکھی پھولن میں رات چولت
جھولت انور اباح جو پھلواری رے کر داغ سرتاج جگ سرداری رے
جے جے لالہ آنکھ کا اجالا۔ پائے جگ جگ راج سا ج سکھی پھولن
اس گانے کو جب سید وقار عظیم کی کتاب میں دیکھا تو اسی طرح پایا بس ایک جگہ
کتاب کی غلطی میں تیسری سطر میں پھلواری رے کے بجائے پھلواری اے ہو گیا ہے
اب اس گانے کو کوئی نقاد یا فن موسیقی کا ماہر پڑھے گا تو کہے گا کہ آغا حشر کے
گانوں میں ربط نہیں ہے اور فن موسیقی کی کسوٹی پر وہ کھرے نہیں اترے۔

اس کے علاوہ گانے کو دیکھ کر یہ معلوم کی نہیں ہوتا کہ ہر کس طرح سے اسٹیج کیا جا رہا ہے
 سہلیاں اس گانے کو کس طرح گائیں گی۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ذہن میں
 رکھنی ہے کہ بچہ بچوں میں کیسے قبول سکتا ہے۔ چھوٹے میں کیوں نہیں قبولتا؟
 جب اسی گانے کو اس طرح کے قدیم نسخہ سے دیکھا گیا تو کبھی گھٹیاں
 سلی گئیں اور واضح ہو گیا کہ آغا حشر کے فن میں کوئی خامی نہیں بلکہ یہ گانا ٹھیک
 طرح سے منظر عام پر نہیں آ سکا گانا اس طرح ہے۔

کبھی سہلیاں :- اسٹکھی تھولن میں راجن تھولت ۱۱ تھولنا

سہیلی نمبر ۱ :- ماند ہوا دیکھ چاند

کورس :- داد داد داد

سہیلی نمبر ۲ :- تھولو تھولو سرتاج، تھولو راجن کے راج تھولت تھولنا

سہیلی نمبر ۳ :- بچوے تو را باغ جوں پھلوری رے، کرو دالم سورے سرتاج

جگ سرداری رے

کورس :- جے لار، آنکھ اجالا پائے جگ جگ راج ساج،

سکھی تھولن میں

اب ایک اقتباس "آغا حشر اور ناٹک" (سندھی) کا بھی ملاحظہ فرمائیں

جو ٹھیک ہی طرح سے "تار فہیم کے یہاں" ہے (کتابت کی ٹپکی کی غلطی کے علاوہ)

جس کو پڑھنے کے بعد ناقدین نے ضرور برائے نام کی ہوئی کہ آغا حشر کے

کالموں میں ربط نہیں ہے ان کے اشعار ان کے طے سے برے پڑے ہیں اور بالکل

شیر ہوا ہے مگر اس نسخے سے مقابلہ کرنے پر جب ٹھیک ٹھیک سکالے ربط کے ساتھ

سامنے آتے ہیں تو بہت سے الزامات آغا حشر کے سر سے اتر جاتے ہیں
 جنگیز :- تو کیا میں چچا کے مال میں کوئی حق نہیں رکھتا ؟
 نوشاہ :- نہیں ہرگز نہیں ! جب بٹیا موجود ہے تو کھیتے کا حق نابود ہے ۔
 جنگیز :- حق نابود ہے تو اسے سہت کروں گا لوک شمیر سے سہت کروں گا ۔
 غدر اسکو تو بیشک لشکر جرار پر ہوگا ، مگر جب ہاتھ میرا تیغ جو سپردار پر ہوگا
 بیان الاماں جب ہر لب گفتار پر ہوگا ، کہ جب سرکٹ کے موٹی کانٹوں تلوار پر ہوگا

نوشاہ :- کیا یہی تلوار ؟

جنگیز :- ہاں یہی تلوار

نوشاہ :- ہاتھ میں جب کسی نادان کے آجاتی ہے عقل و دانائی کی جڑ کاٹ کے
 کھا جاتی ہے ۔

جنگیز :- کیا تم میرے کام میں عیب نکالتی ہو ؟

نوشاہ :- بیشک میں تمہارے کام میں عیب نکالتی ہوں ۔

یہاں جو سکا لے پیش کئے گئے ہیں ان میں ربط نہیں ہے ایسا لگتا ہے کہ
 بیچ کے سکا لے چھوٹ گئے ہیں یہ بات سب ثابت ہوئی جب اصل ڈراے میں
 ان سکالوں کو دیکھا گیا جو اس طرح ہیں ۔

جنگیز :- تو کیا چچا جان کے مال میں ، میں کوئی حق نہیں رکھتا ؟

نوشاہ :- نہیں کوئی نہیں ، جب بٹیا موجود ہے تو کھیتے کا حق نابود ہے

جنگیز :- خیر حق نابود ہے تو سہت کروں گا ، نوک شمیر سے سہت کروں گا ۔

نوشاہ :- سنا ہے وہاں تو بہت فوج دشکار کا اہتمام ہے ۔

چنگیز :- تو کیا سفالت ہے فتح ہمارے ہی نام ہے مہار کی ایک سال کی محنت
اور لاش کا ایک گھڑی کا کام ہے ۔

غور اسکو تو بیشک شکر جاری ہوگا مگر جب ہاتھ میرا تیغ جو ہر دار پر ہوگا
سماں شکر کا اس دم دیکھنا نکرار ہوگا بیان الاماں جب ہر لب گفتار پر ہوگا
کہ جب سرشت کے موذی کامری تلوار پر ہوگا

نوشابہ :- مگر میں نے تو سنا ہے آپ کی فوجی حالت بہت کمزور ہے ۔

چنگیز :- مجھے صرف اپنی تلوار کا زور ہے

نوشابہ :- کیا یہی تلوار ہے

چنگیز :- ہاں یہی تلوار

نوشابہ :- عقل کے بدلے جہالت جو سکھا ہوتی ہے + اہل میں جب کسی نادان کے آجاتی ہے
عقل و دانائی کی جڑ کاٹ کے نقاب لگاتا ہے

چنگیز :- تو کیا تمہاری رائے میں ہم صلح سے کام لیں ۔

نوشابہ :- میرے خیال سے آپ غصہ کو تمام لیں ۔

چنگیز :- نہیں سرگز نہیں انسان کو اتنا میٹھا نہیں ہونا چاہئے کہ لوگ اسے کھا جائیں

نوشابہ :- اور اتنا کروا بھی نہیں ہونا چاہئے کہ لوگ اسے حقوک دیں ۔

چنگیز :- میں جانتا ہوں کہ خوبصورت عورتیں ہوفوف ہوا کرتی ہیں ۔

نوشابہ :- اور میں بھی سمجھتی ہوں کہ غصہ و انسان اکثر نادان ہوا کرتے ہیں

چنگیز :- خیر میں نادان بھی مگر یاد رکھنا جہاں تک میرے جسم میں جان باقی رہے گی

وہاں تک ناصر کی زندگی کشاف رہے گی ۔

نہ ہوگا یہ فیصلہ زبان جسے ہوگا اس تیغ خوں چکار سے
 ٹپسی گے رنگ جفا دہاں سے طپسی گے تیر قضا یہاں سے
 نوشابہ جاتی صنبا تم میں حسن ہے اتنا سمجھداری کا طور نہیں
 نوشابہ اور تم میں حسنی بہادری ہے اتنی فکر و غور نہیں
 چنگیز :- نوشابہ تمہاری زبان بیاں سے زیادہ کرخت ہے ۔
 نوشابہ :- اور میری زبان سے زیادہ آپ کا دل سخت ہے
 چنگیز :- بے دل کی سختی تو بہادری کا خزانہ ہے
 نوشابہ :- میری زبان کی سختی تو سکائی کا تازیانہ ہے
 چنگیز :- دیکھو دیکھو نوشابہ تمہاری باتیں مجھے بہت ناراض کر رہی ہیں ۔
 نوشابہ :- سیری باتیں تو آپ کو ناراض کر رہی ہیں مگر آپ کا ظلم خدا کو ناراض
 کر رہا ہے ۔

چنگیز :- خدا ناراض ہوتا ہے تو دم کرتا ہے
 نوشابہ :- اور انسان ناراض ہوتا ہے تو دم بھی نہیں کرتا
 چنگیز :- کیا تم میرے کام میں عیب نکالتی ہو ؟
 نوشابہ :- بیشک میں تمہارے کام میں عیب نکالتی ہوں
 اب آپ دونوں اقتباسات کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کون سا
 ٹھیک معلوم ہوتا ہے وقار عظیم کی کتاب میں دوسرے اقتباس کے کچھ مکالمے
 ابد میں آئے ہیں لیکن اس طرح سے کہ ڈرانے کا رپڑا ختم ہو گیا ہے ۔
 اب ایک اقتباس انجمن آرا لی کتاب "آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما"

سے لیا جائے جو بد وقار عظیم سے تو بالکل ملنا جلتا ہے مگر اصل ڈرامے سے بہت
 فرق ہے۔ انھوں نے انگریزی کا جو اقتباس پیش کیا ہے وہ بھی انکی بات کی
 پوری طرح عکاسی نہیں کرتا کہ آغا حشر نے اس اقتباس سے اسیر حرص کے سگالے
 کے لئے ملکہ ہزاروں میں الائنڈ (ناصر الدولہ) کے قید ہو جانے کا ذکر ہے ایک بار
 جب سیاح بادشاہ اٹالیا اور رولاکو اس کے قید ہو جانے کی خبر دیتے ہیں۔
 انھیں آرا نے جو انگریزی کا اقتباس پیش کیا ہے وہ بھی پورا نہیں ہے جس سے
 ہزاروں کے مکالموں کا حسن ختم ہو گیا ہے۔ اسی طرح اسیر حرص کے مکالموں میں بھی
 فرق ہے۔ انھیں آرا کا اقتباس اس طرح ہے (سبد وقار عظیم کی کتاب میں بھی
 اسی طرح ہے)۔

رستم :- اے بے رکیا شور مچایا۔ کہیں شاہ کا بھی بیٹہ پایا؟
 سیاہی :- ہائے ہائے، شاہ کہاں، شاہ ہلاک ہوا۔
 رستم :- اے ہلکے چاک ہوا۔ خدا یا! میرے کانوں کو کیا سنایا۔
 مر حبیب! ناصر، ناصر، پیارے ناصر! بتاؤ کہاں ہے؟ میرا گل رعنا
 کہاں ہے؟

نہیں تم نے گردن کیوں جھکالی؟ سیریا راکس حال تباہ میں ہے؟
 کس جا چھپا ہوا ہے وہ کس کی پناہ میں ہے۔

رستم :- افسوس صد افسوس وہ اسکی پناہ میں ہے جہاں قیامت کے دن
 چنگیز کو پناہ لینا دشوار ہوگا۔

مر حبیب :- ہاں تو کیا سیریا راکس دنیا سے مددھارا! افسوس۔

اصل ڈرامے میں مکالمے اس طرح ہیں۔
 رستم :- کیوں؟ کیا غضب آیا جو اتنا شور مچایا۔ کہیں شاہ کا بھی پتہ پایا؟
 سیاہی :- شاہ کا اب کہاں نام و نشان
 رستم :- تو کیا وہ مر گئے؟
 سیاہی :- افسوس ایسا ہی ہوا

رستم اٹھ کر چاک ہوا (مرحبی کا داخل ہونا)
 (مرحبی :- ناصر، ناصر، پیارے ناصر، بتاؤ کہاں ہے وہ؟ گل رعنا
 کہاں ہے کس جا چھپا ہے کس کی پناہ میں ہے۔
 (مرحبی :- تو کیا لیسپیہا پیارا خدا کے گھر سدھارا؟

یہاں یہ بات واضح ہے کہ دوسرا اقتباس ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے
 کیونکہ ایک بہاد اور فوج کے سپہ سالار کا مائے ہے، کہنے کے مہا گتے ہوئے
 سپاہیوں کو ڈانٹنا اور سپاہیوں کا مائے ہائے، کر کے جواب دینا۔ یہ
 ٹھیک ہے کہ اس وقت مسجع اور مقفی عبارت راجح تھی مگر بات بالکل
 الگ ہے ڈرامے کے دوسرے اقتباس کو پڑھنے سے حقیقت معلوم ہوگی
 کہ انما شہر نے تو سپہ سالار اور سپاہیوں کی زبان کے مطابق مکالمے لکھے تھے
 مگر وہ شائع کس طرح ہوئے۔ دوسرے مرحلے کا اسٹیج پروڈر ہونے کا
 ذکر بھی پہلے اقتباس میں نہیں ہے جس سے ایسا لگتا ہے کہ مرحلے پہلے
 سے ہی وہاں سوجو دکھی۔ اسی طرح انجمن آرائے اس سینہ کے لئے انگریزی
 کے جو مکالمے پیش کئے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

Cora: Where is Alanzo?

Cora: (Falling at the King's feet)
give me my husband, give
this child his father

Ataliba: I grieve that Alanzo is
not here

Cora: Hoped you to find him?

Ataliba: Most anxiously

Rolla: Alanzo has not been
found

Cora: Not Found! what mean
you? say Not that he is not
found say at once that he
is Dead.

Rolla: Alanzo is ~~taken~~ Prisoner

Cora: Prisoner? and by the Spa-
niard's Pizarro's prison?
Then is Dead.

اگر اردو کے اقتباس اور انگریزی کے پیزارو میں غلطی پیدا کرنا ہے تو

اس کے دو حصے کرنا پڑیں گے پہلا حصہ وہ جب سپاہی آکر روٹا اور اٹا لیا کو
الانزو کے قید ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

Rod: Now Soldien from Alango

Afa: Alango's ~~gaming~~ soon Replied
the price which early broke
~~down~~, ~~down~~ but I fear we
have to mourn Alango's
Loss his eager spirit urged
him too far in the pursuit

Afa: How! Alango Slain?

First Sol: I saw him fall.

Sec Sol: Trust me I beheld him
^{and}
up again Fighting - he
was then surrounded
and disarmed.

اور دوسرا حصہ وہ جس وقت روٹا اور اٹا لیا کو را کو الازنو کے
قید ہونے کی بات بتاتے ہیں جسے انجن آرانے بھی پیش کیا ہے مگر اصل
سکالے اس طرح ہیں۔

Cora: Where is Alango? [Rolla

Turns away in Silence, Cora
Falling at the Rings feet
Give my husband, give this
child his father

Ata: I grieve that Alonza is
not here

Cora: Hoped you to find him?

Ata: Most anxiously

Cora: Ataliba, is he not dead?

Ata: No! The gods will have
heard our prayers

Cora: Is he not dead, Ataliba?

Ata: He lives in my heart

Cora: O King, Fortune me not
thus! Spain met is this
child Father Lovers

(۱) A-A-Beg Page 94

(۲) Pizarro; Sherider 426-427

Ata : Dearest cora! do not thus
dash aside the little hope
that still remains.

cora: The little hope! yet still
there is hope! ~~Speak~~ ^{Speak} to
me, Rolla, you are ^{the} friend
of truth.

Roll: Alanzo has not been
found

cora: Not found! what mean
you? will not you,
Rolla tell me truth? oh
I let me not hear the
thunder rolling at a
distance; let the bolt
fall and crush my brain
at once. Say not that
he is not found! Say at
once that he is dead

Roll: Then should I say False!

Cora: Blessing son the for that world
But snatch me from

This Terrible suspense.

Left up thy little hand.
my child, perhaps they
ignorance may plead
rather than thy mother
a going

Roll: Alango is taken prisoner.

Cora: prisoner and by the Spanish
red: Pizzano's prisoner!
Then is he dead

یہ وہ پزارو کے ٹھیک اور پورے نکالے ہیں جو انجن آرا صاحب نے
صرف اس لئے کتر دیئے تھے تاکہ اپنی بی بات کو ٹھیک اور صحیح ثابت کر سکیں
کہ یہاں یہ نکالے اسیر حرص کے مشابہ ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے اسیر حرص میں
سیاہی رستم کو ناصر الدولہ کے مرجانے کی خبر دیتے ہیں اور وہ یہی خبر ہے جس کو
اسناد دیتا ہے۔ مگر پزارو میں سیاہی اس کے قید ہونے کی خبر دیتے ہیں اور

رولا دانا لیا بھی کورا کو اسکی موت کا ہنس گرفتار ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔
مگر انجن آرار نے مکالموں کو اپنی طرف سے چھوٹا کر کے کچھ اور ہی تاثر دینے کی کوشش
کی ہے اسی طرح ان کے پیش کئے ہوئے تقریباً ہر اقتباس میں غلطیاں دیکھی جاسکتی
ہیں۔

یہ تو کبھی ان کتب میں سے کچھ کی بات جن میں مثال کے طور پر "اسیر حرص"
کے صرف چھوٹے چھوٹے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ ان اقتباسات میں ہی
اس قدر غلطیاں ہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ پورے ڈرامے کی کیا حالت
ہوگی۔

ہم سب کو چھوڑ کر صرف اسی ڈرامے کی بات کرتے ہیں جس سے کبھی نے
استفادہ حاصل کیا یعنی ڈاکٹر سید وقار عظیم کا ڈراما جو کئی بار شائع ہوا مگر اسکی
غلطیاں پوری بھی نہیں ہو پائیں۔ ہم سب سے آخری بار چھپے ہوئے ڈرامے
کا سرسری جائزہ دینا چاہتے ہیں۔ فارمین کو اندازہ ہو جائے گا کہ اسیر حرص کا
اصلی روپ کیا ہے اور یہ ڈراما پھر سے شائع کراتے کی ضرورت کیوں پیش آئی
ڈراما شروع ہوتے ہی حمد شروع ہو جاتا ہے اور نظر پیلانی لائن پر ہی اٹک
جاتی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

دنا نا کھتہ جو تارو سونیاں سے بھکے بھکے

جھول رہے اور ہمارے چہرے پر (۱)

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ آپ کے کیا سمجھ میں آیا؟ صاف ظاہر ہے
 کہ کسی گانے والے کو بٹال کر کہا گاؤں اس نے جیسا یاد تھا گا دیا اور پھر
 وہ ہی اس برص کی حمد ہو گئی۔ نہ لکھنے والے نے مطلب سمجھنے کی کوشش
 کی نہ گانے والے نے اور تصویر خراب ہوئی آغا حشر کی بہت خور و فکر
 کرنے کے بعد گانا یوں ہوا۔

” دنیا تاتھتہ سو ہے دودیت تارو
 اُبارو، کرنا نہ دنیاں سے بیکے

محول سے اودھاں کر دیار، ہو گامت دارو“
 ”دودیت تارو“ یعنی ڈوہیتے کو بچانا تو سمجھ میں آتا ہے دودیت
 اتارو نہیں سید و فنا و عظیم کی کتاب ”آغا حشر اور ان کے ڈراے“ سے ایک
 اقتباس اور ملاحظہ فرمائیے اور پھر وہ اقتباس دیکھئے جو میں پرانے نسخے
 سے پیش کروں گا آپ کو نمایاں فرق محسوس ہو گا۔ اور اغلاط آپ کی
 نظر میں آجائیں گے۔

ناصر:- افاہ، خوشی خوشی احسن و عشق کے دو گل و بلبل یا شجر عشق کا
 میٹھا ثمر بھی خوشی!

مرحبیں:- (دیکھ کر) ہیں یہ کون کھڑا ہے باغبان!
 ناصر:- ہیں باغبان! یہ تو میں ہوں آپ کا عاشق نیم جان
 مرحبیں:- عاشق نیم جان کچھ شامت تو نہیں بد زبان
 ناصر:- شامت!

مہربانی! دیکھ کر! اومہ! آپ ہیں حضور! نہیں نہیں معاف کیجئے گا
 حضور۔

ناصر:۔ خوب! معاف کیجئے گا حضور۔ اچی واہ جناب عالی! یہ تو
 آپ نے اچھی حال ہے نکالی کبھی دو گالی کبھی بناؤ باغبان یا
 مالی اور پھر معافی مانگ کر سچ جاؤ گی خالی سے۔

خطا معاف نہ ہو کہ حضور کی ہوگی نہ خطا جو کی تو سزا بھی قصور کی ہوگی
 مہربانی سے سزا و دلائق کا رحمت کھڑی ہے لوگنہا کر محبت
 ہمارے ہاتھ باندھو گئیوں سے ہیں سمجھو گنہگار محبت

اب اسی اقتباس کو پیرانے نسخے کے سہارے پیش کرتا ہوں ملا خطہ
 فرمائیں مکالموں میں کتنا فرق ہے جس سے طرز بیان میں بھی زمین آسمان کا
 فرق آگیا ہے مکالموں کی تراش خراش کا جو ہر آغا حشر کے یہاں کی
 خصوصیت ہے وہ مکالموں میں فرق آنے سے محروم ہو گئی ہے۔
 ناصر:۔ ایا خوشی خوشی حسن و عشق کے دو گل و بلبل یا شجر عشق کا بیٹھا
 شجر، ایک عاشق و معشوق کی سچی خوشی ہی ہے۔

مہربانی! چونکہ کب یہ کون کھڑا ہے باغبان؟ ارے سچے سے تو
 بول بداد سان۔

ناصر:۔ ہیں باغبان! یہ تو میں ہوں آپ کا عاشق نیم جان

مرحبی :- عاشق نیم جاں کہیں شامت تو نہیں آئی بہ زبان

ناصر :- شامت ؟

مرحبی (دیکھ کر) کون ؟ آپ ہیں جناب عالی میں سمجھی تھی باغبان

یا مالی

ناصر :- کیوں نہیں ؟ ضرور

مرحبی :- سعادت کیجئے حضور

ناصر :- میں سعادت کیجئے اچھی راہ جناب عالی کیا اچھی حال نکالی
کسی کو بنائیں مالی ، کسی کو ریجے گالی اور پھر سعادت مانگ کر

بچ جائے خالی سے

خطا سعادت نہ ہرگز حضور کی ہوگی

خطا جو کی تو سزا بھی حضور کی ہوگی

مرحبی :- سزا دولات کار محبت + کھڑی ہے تو گرفتار محبت

ہمارے ہاتھ باندھ گئیوں سے + میں سمجھو گئے کار محبت

اقتباس نمبر ۱ میں پہلا مکالمہ "اٹا ہ سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا

اقتباس "آہا" سے جب کسی باغ وغیرہ کو دیکھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے

تو زبان سے بے ساختہ "آہا" نکلتا ہے نہ کہ "اٹا ہ" دونوں اقتباسات

میں طرز بیان کا نمایاں فرق دکھائی دیتا ہے نمبر ۱ کے مکالمے اور دوسرے

اور دھندلے معلوم ہوتے ہیں اس کے برعکس دوسرے اقتباس کے مکالمے

پورے اور صاف ہیں اس سے ڈرامے کی شان پر تو شہرہ تابی ہے ڈراما نگار

کی تصویر بھی خراب ہوتی ہے اشعار کے سلسلے میں بہت لاپرواہی سے کام لیا گیا ہے ان ڈراموں کو اس نظر سے دیکھنے کے بعد قاری یہ فیصلہ کرتا ہے کہ آغا حشر بختیہ کا رثاعہ کتنے ملکہ ڈرامے کی ضرورت کے مطابق اشعار سوزوں کر لیا کرنے ہوں گے جب کہ ایسی بات نہیں تھی آغا حشر نے جو اشعار لکھے ان میں فن عروض کی کسوٹی پر کس کر دیکھنا چاہیے۔ یہ بات الگ ہے کہ مکالمے میں لطف پیدا کرنے کے لئے یا اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے کہیں باغیانہ رخ اختیار کر لیا ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عروض، سبقت یا نیگل سے بے واقف نہیں تھے غلطیاں ڈرامے کو پیش کرنے میں ہوئی ہیں مثلاً پہلے اقتباس میں ایک شعر اس طرح ہے۔

سزا دلائی کارِ محبت + کھڑی ہے لوگنکارِ محبت
ہمارے ہاتھ باندھ گئیوں سے + ہمیں کچھ گنہگارِ محبت
پہلے مصرعے میں قافیہ کار، دوسرے اور چوتھے میں گنہگار استعمال کیا گیا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ کہ ایک ہی قافیہ قطعے کے دوسرے اور چوتھے مصرعے میں استعمال ہو بلکہ یہ غلطی بھی ہے مگر اقتباس نمبر ۱ کا شعر پڑھنے سے بات صاف ہو جاتی ہے جہاں دوسرا مصرعے کا قافیہ "گرفتار" ہے اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ گرفتار اور ہاتھ باندھ گئیوں کے میں نسبت ہے اسے گرفتار قافیہ ہی سمجھ ہے۔ اس طرح کی غلطیاں پورے ڈرامے میں جگہ جگہ پائی جاتی ہیں۔ ایک شعر اس طرح بھی ہے۔

بھوک جب ہو تو طبیعت صبر کر سکتی نہیں۔
ایک دردنی لشکر کا پیٹ بھر سکتی نہیں

جبکہ ہونا چاہئے تھا۔

بھوک جب لگتی ہے طبیعت صبر کر سکتی نہیں

ایک ردنی دردشیر کا پیٹ بھر سکتی نہیں

کام کے حصہ میں بھی بہت فرق ہے کہیں کہیں پورے ٹکائے تبدیل ہیں اور
کسی جگہ ان کو الگ ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے مثلاً جنگل میں جنگیزی کیمپ کا
مختصر ہے اور دقار عظیم صاحب کے یہاں سین شروع ہوں ہوتا ہے۔

پہلا ساپی :- مرزا صاحب بیٹے

مرزا طاقت بگ :- اوں ہوں، میں تو نہیں بیٹے کا

پہلا :- مرزا صاحب سنتے ہو۔

مرزا :- میں تو سنتا ہوں مگر مرزا صاحب نہیں سنتے۔

مگر جس نسخے سے میں نے فیض حاصل کیا ہے اس میں انھیں سکالوں کو واضح

اور مکمل طور سے دیا ہوا ہے۔

پہلی ساپی :- کئے جناب عالی کچے جہاں پناہ کے برآمد ہونے کی خبر نکالی ؟

پہلی ساپی :- جی ہاں کوئی لڑائی کا نقشہ جاتے ہیں عنقریب شریف لاتے ہیں

۱۵۲ دقار عظیم

۱۲۰

دایک سپاہی کا اندر سے آنا اور دوسری طرف سے مرزا حماقت بگ کا
داخل ہونا، مگر یہ کون صاحب سامنے سے تشریف لاتے ہیں ارے
ارے یہ تو وہی عقل کے ادھر سے مرزا حماقت بگ ہیں۔

دایک سپاہی اور مرزا حماقت بگ کا ٹکرائنا،

حماقت :- (ٹکراتے ہوئے) ارے بیٹے

سپاہی :- وحی مرزا صاحب پہلے آپ بیٹے

حماقت :- اول ہوں میں تو نہیں بیٹے کا

سپاہی :- تو میں بھی نہیں بیٹے کا

سپاہی :- اچھا تو کھڑے رہو۔

حماقت :- میں تو سنتا ہوں مگر مرزا صاحب نہیں سنتے

اب آپ خود دیکھئے کہ دوسرے اقتباس میں مکالمے کس اچھے انداز میں
پیش کیے گئے ہیں کہ مرزا حماقت بگ کا تعارف بھی ہو جاتا ہے اور یہ بھی پتہ
چل جاتا ہے شاہ جنگیز آئے والا ہے جبکہ پہلے اقتباس میں ایسا کچھ ظاہر نہیں
ہوتا۔

میں نے اس بر حص کے شائع شدہ نسخوں سے کچھ غلطیوں کی طرف اشارہ
کیا گیا اسی طرح کی تمام کمیاں اور غلطیاں ڈرامے میں ملے مگر دکھائی دے جاتی
ہیں مجھے لگا کہ آغا حشر کے زمانے میں یہی چھاپہ خانہ جو لاہور سے شائع ہوا تھا
اصل نسخے کے بہت قریب ہے اور اب وہ نسخہ کہیں ملتا نہیں ہے اس لئے اس میں
بھی جو کمیاں رہ گئیں انہیں قلمی نسخے، آغا حشر کے زمانے کے اداکاروں، منتوں

سوستقاروں اور سامعین کے ذریعہ پورا کیا اور آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ اب فیصلہ
 آپ کے ہاتھ ہے کہ آغا حشر کے اس شہ پارہ کو جو اردو درانا نگاری میں رنگ سلی
 کی خثیت رکھتا ہے پیش کرنے میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے اگر یہ تجربہ
 کامیاب رہا تو انشا اللہ آغا حشر کے بھی درامے مع مقدمہ ایک بعد ایک اسلہ دار
 پیش ہوتے رہیں گے اور آغا حشر کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ سامعین کے
 سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

تختہ ناطک

مردانہ کردار

ناصر کا چچا زاد بھائی
 جنگیز کا بھائی و تاج کا وارث
 ناصر کی فوج کا سپہ سالار
 ناصر کا دغا دار و فرس
 ایک جعلی اہلکار
 حماقت بیگ کا لڑکا
 حماقت بیگ کا نوکر
 ناصر کا لڑکا

جنگیز
 ناصر
 رستم
 صفدر
 حماقت بیگ
 سلیم
 جھنجھٹ
 تر

(علاوہ ازیں سپاہی - داروغہ - قاتل وغیرہ)

زنانہ کردار

جنگیز کی بیوی
 ناصر کی بیوی
 حماقت بیگ کی بیوی
 سلیم کی بیوی

نورتاب
 بی بی
 سخوت
 حسنینہ

(ایکے علاوہ رہا صابیہ اور سہیلیاں وغیرہ)

پہلا باب پردہ پہلا

منظر: جنگل - آبشار

دھیلیوں کا گانا

گانا

دھیلیاں

دنیا تاتھ سو ہے ڈوبت تارو

ابارو، کرنا نہ دنیاں سے ہلکے

بھول سے اودھار، کرو پار، ہو گامست دارو

تھر و نام فیدن مشن کو، جگ مجھ دھام، لیا سن سے نام

تو کو تہجے ڈوبے ساگر میں سنسار، جاوے نہیں پار، رہے ننھہ ہمار

تیری لیلیا، جو کوئی بھولا، وا کو نہیں بھار حشر کو سہارو

دوسرا

پہلی :- بیمار آئی ہے ہر سوزنگ رلیوں کا زمانہ ہے

زباں پر طبلوں کی شادی گل کا ترانہ ہے

دوسری :- جھک دیتے ہیں کیا پانی کے قطرے صبح روشن میں

ٹنکی ہیں سوتوں کی جھالریاں صحرا کے دامن میں

تیسری :- مژین کل زیں و کوہ فرشِ محلی سے ہے
صدا آتی بہار کبا و کی ہر برکلی سے ہے
چو کھتی :- اری چپ چپ شہنشاہ سلیم شریف لاری ہیں ۔
گانا

سہیلیاں :- چلتی چلا چیل چال سندرا بسلی
جو بن رسما قی ڈوے نین امرت رس گھوے
دہرا :- ایک تو نینا لکھ کھوے دو جے اکھن سار
اے کھوری کھیں دیت ہے جو بنا ای بھیار
آہا ہاشان نرالی، ادوہ کھولی کھالی، نئی نو پتی ہے تار۔۔۔ چلتی چلا
(نوشابہ سلیم کا اندر سے آواز دیتے ہوئے آنا)

نوشابہ :- گلشن

گلشن :- پیاری

نوشابہ :- دیکھو قدرت کی گلکاری

آمد جو باغ دہر میں باد صبا کی ہے پھولوں میں بھی یہ رنگ ہے قدرت خدا کی ہے
کیا کیا کھلے ہیں پھول جو پہچان جائے اس باغباں کی شان کے قربان جائے
گلشن :- گئی واری، پیاری، کیا اس پھول میں جوانی کے پھولوں سے
زیادہ بہار ہے جو اس قدر تعریف کا سزاوار ہے

بلبل جو ایسے پھول کو پہچان جائے گا
ان گورے گورے گالوں پر قربان جائیگا

پہلی :- اس وقت تو شوخی دیا اور ہی کچھ ہے
 بہ چاند سامنے نام خدا اور ہی کچھ ہے
 گلشن :- معشوق ہو تو ہو دیں گے زمانے میں ہزاروں
 برآپ کا یہ حسن وادا اور ہی کچھ ہے
 نوشتار :- گلشن اس وقت جو تم نے میری تعریف سنائی، رعنائی اور
 زیبائی بتائی مجھے ہرگز پسند نہ آئی۔
 گانا

موری کا ہے کرت ہو بڑائی سبھی موری کا ہے
 جگ میں ہیں لاکھوں صورت لیکن حور اب کی دیا سے ہو بے گریہ گمان ہیں
 جگو کر کرد بھر پور، کھوٹ بنے نور، کرتار کر بویار، جب ہو دے دکھ دور
 موری کا ہے

دہرا :- ہمیں میں فقط دل رہائی نہیں ہے
 ہمیں نے پری شکل پائی نہیں ہے
 زمانے میں ہیں ایک سے ایک بڑھ کر
 حسنینوں سے خالی خدا کیا ہے
 موری کا ہے

گلشن :-
 آج کا دن تو ہے عیش و کامکاری کے لئے
 شاہ کیا بھیجیں گے تحفہ آبکاری کے لئے

نوشابہ :- وعدہ تو کیا تھا کچھ بھجواتے ہیں سحفہ

اب دیکھئے کب آتے ہیں کمال آتے ہیں سحفہ

گلشن :- پیاری آپ سحفہ تو لیجئے گا مگر اسکے بدلے میں اکھنیں بھی کچھ دیکھئے گا

نوشابہ :- میں تو انہیں پہلے ہی دے چکی ہوں

گلشن :- کیا ؟

نوشابہ :- دل ۔

گلشن :- واہ جی واہ ! یہ تو ان کی جان فدائی کا عرض ہے خبر دیکھئے گا

نہیں تو کچھ کھلائیے پلائیے گا ۔

نوشابہ :- ہاں کھلانے پلانے کو سب کچھ تیار ہے لیکن ان کو کیا درکار

ہے ؟ زردہ ، مینجین ، بریانی ، شیرمال وغیرہ سب کچھ تیار ہے

گلشن :- واہی واہ ! ایسے کھانے تو انھوں نے بہت کھائے ہوں گے

آج تو کوئی ایسی چیز ہو جو ان کو عزیز نہ ہو ۔

نوشابہ :- تو کیا چاہئے مبارک کے سنبو سے ؟

گلشن :- جی نہیں !

نوشابہ :- تو ؟

گلشن :- ان گورے گورے گالوں کے

سب :- بو سے

گانا

گورے گورے گالوں کی جان - لمبے لمبے بالوں کی شان
مان مان او پیاری مان - آن بان پر داری جان
عاشق کو بوسے دینے میں کیوں ہو پریشان
اجی واہ وا، اجی واہ وا

بہر سہ تو ہے اس جو بن کا دان

اجی واہ وا، اجی واہ وا

چو بدار ہو - اے گل خوبی ترے اقبال میں ایزاد ہو
دوست ہو دلشاد دشمن خانماں سب باد ہو
آپ کو کھیا ہے تحفہ شاہ والا جاہ نے
ہماضر نہ دست کیا جائے اگر ارشاد ہو
دلاور جنگ کا مع صفدر جنگ کے آغا
نوشاہ :- تحفے کے ساتھ گرفتار ہے، یہ کیا اسرار ہے؟ گلشن اوصاف
آدکشی پر سے طرف اٹھاؤ

گلشن :- ادنیٰ، ادنیٰ بوی خون خون !
نوشاہ :- ہیں ہیں کیا ہو گیا جنوں کھنہر میں خود دیکھتی ہوں (دیکھ کر)
اف خون !

تعجب ہے مجھے آنکھوں نے کس حیرت میں ڈالا ہے
الہی خیر کرنا اس جگہ کیا ہو نے والا ہے

رقیدی سے کہوں اے گرفتار قیدی، آپ کو کس نے سزا دی !
صفدر :- جس نے غمزدگان زور ڈھایا اور ضحاک کو خاک میں ملایا۔
نوشابہ :- مگر وہ تو تھا امرالہی ۔

صفدر :- رہ بھی ہے ایک تباہی ۔

نوشابہ :- صاف صاف حال بیان کیجئے، میرا اطمینان کیجئے کیونکہ
آپ کے چہرے سے شرافت پائی جاتی ہے ۔

صفدر :- مٹ چکی اس دن سے بس ساری شرافت چھوٹ کر
گر ٹپنی تلوار جب ہاتھوں سے میرے ٹوٹ کر

اب بے عزت سوں جنگ خاندان سوں خوار سوں

اک قیدی سوں زلیل و خوار سوں لاچار سوں

نوشابہ :- کیا تلوار ہاتھ سے کئی تو شرافت بھی ذات سے گئی ؟

صفدر :- جی ہاں جب تک تلوار ہاتھ میں ہے ۔ شرافت بھی ساکنہ
میں ہے ۔

جب میدان جنگ میں ذلت اٹھائی، تلوار چھوڑائی، پھر کہاں رہی

شرافت آبائی سے

جن کو عزت کی جگہ بے عزتی مرغوب ہے

ایسے جینے سے تو ان کو ڈوب جانا خوب ہے

نوشابہ :- تو کیا یہ بھی آپ کے کسی ساتھی کا سر ہے جو خون میں تر ہے ؟

صفدر :- آہ ۔

یہ پوچھو یہ کس آسمان کا ہے تارا،

سمجھ لو کہ ہے موت نے اس کو مارا

نوشابہ :- تو یہ بھی کوئی بہادر یا صاحب دماغ تھا !

صفدر :- آہ ۔ افسوس ! بانو برسرے گھر کا چراغ تھا،

نوشابہ :- ہں تو یہ آپ کا بیٹا ؟

صفدر :- جی ہاں وہی قسمت کا بیٹا، جو موت کی گود میں لیٹا ہے

بھول تو دو دن بہار جان فزا دکھا گئے

خسرت ان غنچوں پر ہے جو بن کھلے مر چکا گئے

نوشابہ :- بس بس اے مظلوم انسان، آپ کے بیان سے میرا کھینچا ہوا سینہ کو

اکٹا ہے ۔ دل گھبراتا ہے ۔ اب تو اس زخم کا مرہم یہ نظر آتا ہے

اب تلک رنج سہیے مورد بیداد ہوئے

جائیے آپ غم قید سے آزاد ہوئے

صفدر :- اے عصمت و جمال کی ملکہ ! کہاں جاؤں مجھ جیسے بہادر صفت شکن کو

چرخ نے چرخ کی طرح گھما با، ملک غیر، ریاست غیر، اس پر طرہ پر کہ

ایک دشمن خونخوار سے سر، پھر کس طرف اپنی جان بکا کر جاؤں اور

آپ کو اس مصیبت میں پھیناؤں، بس اب تو یہ نظر آتا ہے

چرخ نے ظلم و ستم کا جب سے مارا ہے تیرا سر حلا سبز پھینکا اور دل بوا تجھ پر ہے

لے کھڑا ہے ذوق لے مارا ہوا شکار

روح دل پر دست قدرت نے کیا تھری ہے خاک کا تپلا بنا اور خاک کی تصویر ہے
 خاک میں مل جائیں گے اور خاک دامن گیر ہے
 نوشاہی۔ بیٹے نے تو بہادر کا دکھائی، تلوار تھنوائی، جان گنوائی اب تم
 بھی اپنی جان کو برباد کرو گے تو کیا بہادر بیٹے کی روح شاد
 کرو گے

سٹی سی سی سٹی جو ملا فی ہے بدن کی
 بہتر ہے ملا دواسے سٹی میں وطن کی
 صفدر۔۔۔ بافو۔ بافو تو کیا آپ کی زبان سے مرحوم کی روح بول رہی ہے
 نوشاہی۔۔۔ ہاں ہاں تمہاری فرمائش کے لئے دی زبان کھول رہی ہے
 صفدر۔۔۔ خیر مجھ پر، بجاتا ہوں حکم حضوری سے
 جو بہر بہادری کے جوہوں گے سرشت میں
 بیٹے سے جابلوں کا ریاض بہشت میں
 صفدر کا طشت اٹھا کر لے جانا
 نوشاہی۔۔۔ یا الہی سیری آنکھوں کو کیا ہیبت ناک نظارہ دکھایا۔ کیا میرا
 سمجھانا الٹا رنگ لایا ؟

غضب ہے اس بت کا فرسہ اپنا دم نکلتا ہے
 نیاتابوت جس کے گوجے سے ہر دم نکلتا ہے

(بگل کی آواز کا آنا)

گلشن :- یہ بگل کی آواز کہاں سے آئی۔۔۔

بافو صاحبہ! شاید صاحب عالم کی سواری باد بہاری لانی

گانا

سہیلیاں :- چلو گونیاں ٹھک چال جنیاں - سجن نورے آئیں گے
انجی سجن نورے آئیں گے - چلو گونیاں - - - - -

فرشاد :- اجی آئیں گے تو ہم بھجائیں گے، دلبر کی قسم

سب :- اس کے سر کی قسم
فرشاد :- ہاں ہاں جاؤ دلبر کو بلاؤ، مین میں بیٹھاؤ، سجن سناؤ، مگن بناؤ
چلو گونیاں - - - - -

سب :- سجن نورے آئیں گے - - - - - چلو گونیاں

چنگیز :- اللہ اللہ آج تو غضب کا نکھار ہے بہار پر بہار ہے حتم بد دور

جانی، رحمن و جوانی اس پر رشاک زحانی قیامت کی نشانی ہے

تم دست ناز میں ہے جو تھوڑے تھوڑے کھول کلیاں تمام باغ کی رہ جائیں بن کے پھول

تم پر فدا ہزار گلی، ہر گلی کا رنگ تم پر شاد لاکھ چمن ہر چمن کے پھول

نوشاد :- مگر اے گل گلزار! میرے باغ حسن کے بہار تمہارے دم سے

ہے آشکارا ہے

تجہ سے ہی میری شوکت دلدار ہو گئی ہے یوسف مہی اک دناب میں بازار ہو گئی ہے

ہم تم چمن میں جا کر دروں ٹہل رہے ہیں طبل میں اور گل میں تکرار ہو گئی ہے

وہ پہلی سے جانی سے بنا ہے

گانا

ابنوا کی ڈاری تلے آوری چھوٹا چھوٹا ڈوڑی
 چھوٹے پانگ دھڑکے انگ ، چھوٹوں کو چھوٹا ڈو
 رشیم کی ڈوری بندھا ڈوڑی ابنوا کی ڈاری

سہیلیاں

دوہرا

چھوٹے والی ہے رشک گل لالہ چھوٹا جا کے بلبل تو رگے گل کا بنالہ چھوٹا
 آج دکھائے گا انداز نرالا چھوٹا چاند ماری ہے تو بن جائیگا بالہ چھوٹا

پیارا لاثانی ہے پیاری دل جاتی ہے

جوڑی نہانی ہے مکھڑا نورانی ہے

نوشابہ : حیل دیوانی ہے ، بل بل پینگ چھوٹا ڈوڑی ابنوا کی ڈاری

جنگیز : خیر یہ تو فرما بیے وہ تحفہ سیر قبول ہوا مطلب حصول ہوا ؟

نوشابہ : ۔۔۔ ثبوت شکر کا باہر میری زبان سے ہے

تمہارا تحفہ تو مجھ کو قبول جان سے ہے

مگر پیارے ایک سوال ہے ؟

جنگیز : فرما بیے وہ کیا خیال ہے ۔

نوشابہ : ۔۔۔ تمہارے جوڑی کا کھانا بناتا ہے وہ کس کام آتا ہے ۔

جنگیز :- اس سے دل بہلایا جاتا ہے
نوشابہ :- اگر وہ کسی کے ہاتھ سے چھوٹ جائے، یا ٹھوکر سے ٹوٹ جائے۔

جنگیز :- کتو مکھار کو سخت ملال ہوگا

نوشابہ :- کیوں ایسا خیال ہوگا؟

جنگیز :- کیوں کہ اس شخص نے مکھار کی محنت برباد کی

نوشابہ :- واہ وا! سچان اللہ خوب بات ارشاد کی، آپ سے میں
دریافت کرتی ہوں یہ سارے کہ مکھار کو اپنے سٹی کے کھلونے کے
ٹوٹنے کا اس قدر ملال ہوگا تو قدرت کے تصور کو اپنے بنائے
ہوئے کھلونے کے ٹوٹنے کا کس قدر خیال ہوگا؟

جنگیز :- آغاہ سے

کہہ گئیں ڈھنگ سے سارا مطلب + خوب سمجھا میں تمہارا مطلب
مگر یہ بھی جانتی ہے دلدارا! جن کا میں نے سرا تارا، وہ کون تھا ستم آٹا

نوشابہ :- ہاں کوئی دشمن تمہارا

جنگیز :- تو کیا دشمن کو چھوڑ دینا چاہیے + سانپ کو دیکھ کر لاٹھی کو توڑ دینا چاہیے
نوشابہ :- دشمن کے ساتھ نرمی اور مہربانی کرنا خلاف انسانیت ہے؟

جنگیز :- اگر مہربانی سے وہ شیر ہو جائے؟

نوشابہ :- ممکن نہیں وہ دلیر ہو جائے۔

جنگیز :- نوشابہ جانی! بہادری آگ ہے اور نرمی دریا کا پانی جس طرح
پانی کی لہر آگ کے دیکھتے ہوئے سمندر کو بھجادیتی ہے اسی طرح

ڈرا سی نرمی تمام عمر کی بہادری کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

نوشابہ :- تو کیا جو لوگ کسی کو بے زور مار رہے ہیں ان کو بھی لوگ بہادر کہہ کر سکا رہے ہیں ؟

جنگیز :- نوشابہ ! یہ اشارے کس طرف ہے ؟ تمہارے خیال میں میں نے اسے ناحق بکرا دیا ہے وہ تو کتوں سے بچا لے جانے کا سزاوار تھا۔ کیونکہ وہ کمبخت ناصر الدولہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔

نوشابہ :- اے گل گلزارِ عثمانی ! حیا زاد بھائی اور اس سے برائی ؟ کہیں ایسا بھی ہوتا ہے پیارے ! کہ عزیز اپنے کا سرتارے ؟

جنگیز :- کیوں نہیں ؟ موقع پہ چھوڑتے نہیں دشمن کی جان کو کھاتے ہیں کاٹ دانت بھی اکثر زبان کو نوشابہ :- رافی تو آپ ہی نے اٹھائی ہے

سلطنت پائی جو اس نے باپ کی کون سی اس میں خطا کی آپ کی

جنگیز :- ہوں۔ تو کیا حیا جان کے بال میں کوئی حق نہیں رکھتا ؟

نوشابہ :- نہیں کوئی نہیں جب بٹیا موجود ہے تو بھتیجے کا حق نابود ہے۔

جنگیز :- خیر حق نابود ہے ؟ محبت کروں گا، نوک شمشیر سے لست کروں گا۔

نوشابہ :- سنا ہے وہاں تو بہت فوج و لشکر کا اجتماع ہے۔

جنگیز :- تو کیا رضا نفع ہے فتح ہمارے ہی نام ہے مہار کی ایک سال کی

محنت اور لاکھوں کا ایک گھڑی کا کام ہے۔

غور اس کو تو بیشک لشکرِ حیر پر ہو گا مگر جب ہاتھ میرا تیغ جو ہر دار پر ہو گا

سماں مشترکا اس دم و کیفنا تکرار پر ہوگا بیان الاماں جب ہر لب گفتار پر ہوگا

کہ جب سرکٹ کے موذی کامری تلوار پر ہوگا۔
 نوشاہہ :- مگر میں نے تو سنا ہے کہ آپ کی فوجی حالت بہت کمزور ہے۔
 چنگیز :- مجھے صرف اپنی تلوار کا زور ہے۔

نوشاہہ :- کیا یہی تلوار ہے؟

چنگیز :- ہاں یہی تلوار ہے؟

نوشاہہ :- عقل کے بہ لے جہالت جو سکھا جاتی ہے۔

باقی میں جب کسی نادان کے آجاتی ہے

عقل و دانائی کی جڑ کاٹ کے کھا جاتی ہے

چنگیز :- تو کیا تمہاری مائے میں ہم صلح سے کام لیں؟

نوشاہہ :- میرے خیال سے تو آپ عرصہ کو عظام لیں؟

چنگیز :- نہیں ہرگز نہیں۔ انسان کو اتنا میٹھا نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ اسے

کھا جائیں۔

نوشاہہ :- اور اتنا کڑوا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ اسے حقوک دیں۔

چنگیز :- میں جانتا ہوں اکثر خوبصورت عورتیں بے وقوف ہوا کرتی ہیں۔

نوشاہہ :- اور میں سمجھتی ہوں کہ عرصہ در انسان اکثر نادان ہوا کرتے ہیں۔

چنگیز :- خبر میں نادان بھی مگر یاد رکھنا جہاں تک میرے جسم میں جان باقی رہے گی

وہاں تک نا صبر کی زندگی مشتاق رہے گی۔

نہ ہوگا یہ فیصلہ زباں سے جو ہوگا اس تیغ خوں چٹکاں سے

پڑیں گے رنگ جفا وہاں سے تپیں گے تیر قضا یہاں سے

نوشاہ جانی جتنا تم میں حسن ہے اتنی تمھاری کا طور نہیں
 نوشاہ :- اور سخی تم میں بہادری ہے اتنی فکر و غور نہیں
 چنگیز :- نوشاہ ! تمھاری زبان بیان سے زیادہ کرخت ہے۔
 نوشاہ :- ہاں سیری زبان سے زیادہ آپ کا دل سخت ہے۔
 چنگیز :- سیری دل کی سختی تو بہادری کا خزانہ ہے۔
 نوشاہ :- سیری زبان کی سختی تو شجائی کا تازیانہ ہے۔
 چنگیز :- دیکھو دیکھو نوشاہ تمھاری باتیں مجھے بہت ناراض کر رہی ہیں۔
 نوشاہ :- سیری باتیں تو آپ کو ناراض کر رہی ہیں مگر آپ کا ظلم خود کو ناراض کر رہا ہے
 چنگیز :- خدا ناراض ہوتا ہے تو رحم کرتا ہے
 نوشاہ :- اور انسان ناراض ہوتا ہے تو رحم بھی نہیں کرتا۔
 چنگیز :- کیا تم میرے کام میں عیب نکالتی ہو ؟
 نوشاہ :- بیشک میں خدا کے کام میں عیب نکالتی ہوں۔
 چنگیز :- کیوں پس لے ؟
 نوشاہ :- اس لئے کہ تمھارے واسن سے خون ناحق کا دھبہ دھل جائے اور
 تمھارا نام آج سے نیک ناموں میں مل جائے۔
 بڑھ گئی ہے اس قدر اب خود غمانی آپ کی + صلح کھو جانے سے ہے ان سے کچھ ادائیگی
 یا دیکھوں آئے گی لوگوں کو کھلائی آپ کی + اک زمانہ کرنے مجھے گا برائی آپ کی
 چنگیز :- آف زمانے سے ہمیں کیا سردکار ہے جہنم کا غار بند کرو مینا بہل ہے مگر لوگوں کا
 مسخہ بند کرنا دشوار ہے۔

نہیں ہے ہمیں کچھ خطائی سے مطلب کھلائی سے مطلب برائی سے مطلب

اس کی وارث دوالی پھر آپ کا دعویٰ ہے تھیالی۔

چنگیز :- بس بس بہت باتیں نہ بنا اتنی بے وقوفی اور اس پر ٹھٹھائی چلی جا
 انا سرائی، (نوشاہ کا جانا) خیر کہاں جاتا ہے وہ سودالی، سو سوسو

جو پھر زنجیر نہ پہنائی (تالی بجانا)

دلاور، دلاور،

دلاور :- جلالت مآب کی عمر و دولت سے زیادہ

چنگیز :- نصیب اس کا سب سے غفلتوں سے جاگ گیا

شکار مجھ کو ملا تھا وہ آج بھاگ گیا

تلاش اس کی ابھی جا کے درود کر دو

کسی طرح سے اسے حاضر حضور کرو

باب ہللا پر دہ دوسرا

منظر :- جنگل اور چگیزی کیمپ

رتین پاپہوں کا آنا بوجہ میں ایک سیاہی کا اندر سے آنا۔ سامنے سے

مرزا حماقت بیگ کا آنا اور آپس میں ٹکرا جانا

سیاہی میرا :- کہئے جناب عالی کچھ جہاں پناہ کے برآمد سونے کی خبر نکالی؟

سیاہی نمبر ۲ :- جی ہاں کوئی لڑائی کا نقشہ جاتے ہیں عنقریب تشریف لاتے ہیں

مگر یہ کون صاحب سامنے سے تشریف لاتے ہیں ارے ارے رے رے

یہ تو وہی عقل کے ادھر سے مرزا حماقت بیگ ہیں۔

حماقت :- (ٹکراتے ہوئے) ارے بیٹے۔

سیاہی :- اجی مرزا صاحب پہلے آپ بیٹے۔

حماقت :- اوں ہوں میں تو نہیں بیٹے کا۔

سیاہی :- تو میں بھی نہیں بیٹے کا۔

حماقت :- اچھا تو کھڑے رہو۔

سیاہی :- اجی مرزا صاحب سنتے ہو؟

حماقت :- میں تو سنتا ہوں مگر مرزا صاحب نہیں سنتے۔

سیاہی نمبر ۲ :- کہئے مرزا صاحب مزاج تو اچھا ہے؟

حماقت :- اوں مزاج تو بندہ گھر چھوڑ آیا ہے، مردوں کو اس نام سے ہراس ہوتا

ہے مزاج نو عورتوں کے پاس ہوتا ہے کیوں کسی کہی ؟

سیاہی نمبر ۱ :- اچھی کہی

سیاہی نمبر ۲ :- کیا کہا عورتوں کے پاس ؟

حفاظت :- اور کیا ؟ مرد تو اپنی نوکری سمجھا لیا جانے ، یا عورتوں کے ہاتھ کی

جوتیاں کھانا جانے مزاج کا حال تو صرف وہی جانتی ہیں اپنی ساری ،

ہولی اسی کا جل کے لئے مردوں سے خدمت کراتی ہیں جس کا سجدہ دیکھو

اس کو سپرد ہوتی ہیں اور اوپر سے جوتیاں لگاتی ہیں کیوں کسی کہی ۔

سیاہی نمبر ۱ :- اچھی کہی ۔

سیاہی نمبر ۲ :- مرزا صاحب یہ آپ کیا فرماتے ہیں کہیں بہادر لوگ بھی عورتوں

کے ہاتھ سے جوتیاں کھاتے ہیں ۔

(ہاتھ سے ہاتھ مار کر)

حفاظت :- تو معلوم ہوتا ہے کہ اچھی آپ نے شاد و فہم کی جناب سچا بہادر تو وہی

ہے جو عورتوں کے ہاتھ کی جوتیاں کھائے بڑے بڑے امیر کبیر ، شہنشاہ

نک عورتوں کی جوتیاں کھاتے ہیں اور خان بہادر کھاتے ہیں ۔

سیاہی نمبر ۱ :- تو پھر یہ جوتے کا ہے کو بہادری کا سرخونگے ہوئے ؟

حفاظت :- اور کیا میں بھی کبھی کبھی اپنی خوشی سے جوتیاں کھا لیتا ہوں

سیاہی :- (ہنسنے لگا کر) ارے دادا

(بگل کی آواز سنائی دینا سب کا دست بدست ہو جانا چنگیز کا آنا

سہیلیوں کا گانا)

گانا

پل مل تن من دھن وارورے پران پیار و پھل بل وارورے
 نن نئی نن سے جنون چرا گے گبور، جادو مو ہے وارورے
 پاکے درس بن گل نہ پڑت ہے کشت رس گن تارورے
 اری آئی سوری آئی کچھ نہ سہاے مو ہے

نن دال کی آن بان باداوت موئے ساتھ ملکت کٹاری
 پرناہیں پڑے ٹارے یا کر گبور موگو نیا رورے
 دلاور جنگ کا صفدر کو لئے موئے آنا،

دلاور:۔ اے تاج شہا فخر سلاطین جہاندار + یہ لیجئے حاضر ہے جو بھاگتا تھا گرفتار

لایا ہوں اسکو ڈھونڈ بڑی جدوجہد + جاتا یہ کہاں تیرے تیر کی زد سے

جنگیز:۔ کیوں اوسفرور و مسفرور عورتوں سے حیلہ بہاتا، فریب دے کر بھاگ جانا۔

صفدر:۔ اے شاہ زمانہ جس نے بیٹے کا سر کٹتے وقت فریب کرنا نہ جانا۔

وہ مرد مردانہ ایک عورت سے کرے گا حیلہ بہانہ؟

ہوتا نہیں ہے رنج بہادر کو فوت سے + کرتے ہیں وہ فریب جو ڈرتے ہیں موئے

جنگیز:۔ بھاگ کیوں نکلا تھا جو ڈر موت کا کچھ بھی نہ تھا۔

کیا جہنم کو چلا تھا جو خطر کچھ بھی نہ تھا۔

صفدر:۔ ہاں جہنم میں صاحب جہنم میں۔

جنگیز:۔ کیوں کس لئے۔

صفدر:۔ اس لئے تاکہ دیکھوں وہاں شیطان کی بادشاہی ہے یا آپ جیسے

اسیرِ حرص کی بھی شہر باری ہے۔

چنگیز:۔ خانہ خراب، یہ کیا جواب، جہنم میں اور میری بادشاہی، مجھے بھی
شیطان کے برابر جانتا ہے وہی؟

صفدر:۔ جی نہیں۔

چنگیز:۔ تو؟

صفدر:۔ وہ کم اور آپ زیادہ۔

چنگیز:۔ او سفید بالوں والے غلام چھوڑ دے یہ خیال ختم: کیا نہیں دیکھا

اپنے بیٹے کا انجام؟

صفدر:۔ جی ہاں بیٹے نکلا ختم کو دیکھا اب تمہارا انجام دیکھنا باقی ہے
جس کی دل کو مشتاقی ہے

دیکھیں کیا رنگ دکھاتا ہے تمہارا انجام + دیکھیں کس گھاٹ کا دیتا ہے تمہارا انجام

پہلے فرعون کا انجام تو سب نے دیکھا + اب فقط دیکھنا باقی ہے تمہارا انجام

چنگیز:۔ او سفردر تو، کیا اپنی زبان کے زور سے مجھے ڈرانا چاہتا ہے؟

صفدر:۔ جی ہاں جس طرح اپنے چچا زاد بھائی کا حق دباننا چاہتا ہے۔

چنگیز:۔ نا معقول کیا کہتا ہے فضول۔

کہتا ہوں دل سے اس کی محبت نکال دے

دشمن کی دوستی پر بس اب خاک ڈال دے

صفدر:۔ احسان فراموش ہے پارہی کا نکالنا؟

کیا سہن بھی ہے خاک محبت پر ڈالنا

جب دل سے الفت شہد عادل نکال دوں
چمکیز:۔ افسوس! جو میرے دشمن ہیں تو انہیں دوست مانتا ہے اچھا اتنا تو
بتا تو کیا جانتا ہے؟
صفدر:۔ میں یہی جانتا ہوں

چمکیز:۔ کیا؟
صفدر:۔ اور کا پیار نہیں صبر سے انکار نہیں + رحم سے کار نہیں ظلم سے انکار نہیں
سختہ سا خوبی نہیں ڈاکو نہیں بدکار نہیں

چمکیز:۔ اور یہ زبان بند کر بیان ورنہ تیری زبان
صفدر:۔ کاٹ لو کاٹ لو شوق سے کاٹ لو سر سے پہلے زبان کاٹ لو اچھا
ہو گا۔ جو قیامت کے دن میرے منہ میں زبان نہ ہوگی جس سے خدا کے
آگے تمہاری بھاکار میں زبان نہ ہوگی۔

دلاور:۔ کس قدر گستاخیاں پیدا کی ہیں گفٹار سے + اس کی باتوں کا جواب اب دیکھے تلوار
صفدر:۔ ٹھہر دھڑ دھڑا سی تلوار کو اپنے بیان کے گھونگھٹ میں جھپٹا لو نہیں تو اس پر
زنک آجائے گا کیوں؟ کیا ایسے ایسے بہادروں سے ملک فتح کیا جائیگا؟
جواک بے دست و پا پر تلوار اٹھاتے ہیں شیر کو زنجیروں میں جکڑ کر لوٹروں
سے ڈراتے ہیں عباد اسے ڈراؤ جو ڈرنے والا ہے ہم نے تم جیسوں کو
توٹو کروں سے اڑا ڈالا ہے۔

چمکیز:۔ بد معاش و بد قماش مجھ سے لڑاؤ تو اٹھانی ہے مگر اپنے بچوں اور

بوی کے لئے کون سی جگہ ٹھہرائی ہے ؟

صفدر :- ماں باپ کے گھروں اور شوہروں کے درمیان میں

جنگیز :- اچھا تو بتا سکتا ہے ؟ دشمن کی فوج جتنی ہے وہ شمار میں کتنی ہے ؟

صفدر :- جی ہاں جتنے ان جنگی درختوں میں پتوں کے خزانے ہیں یا جتنے اس

سیدوں میں ریت کے دانے ہیں اتنے ہی ہماری فوج میں مرد مردانے ہیں۔

جنگیز :- بابا ہاں اسی قدر

صفدر :- نہیں نہیں میں بھولتا ہوں ہماری فوج میں اتنی سپاہ ہے جتنا آپ کے

نامہ اعمال میں گناہ ہے ،

جنگیز :- او بے ادب ، ادب کے قریب ہوتا کہ قتل کے بدلے قید نصیب ہو۔

صفدر :- قیدی ؟ قیدی تو سارا زمانہ ہے جس میں تم جیسے بد معاشرے کا ٹھکانا

ہے۔

دلاور :- خیر ! قید خانہ جو زمانہ ہے دکھائی دیتا

میں تجھے قید سے ہوں آج رہائی دیتا

(دلاور جنگ کا صفدر کو گولی مارتا)

باب پہلا پر دوسرا

کل زمین کا حصہ

(تھوٹ و مرزا حیات بگ کا آنا)

تھوٹ :- آجھی، آجھی، آجھی خدا یا خبر تھوٹیں ہیں یا بندہ کی
خبر۔ آج صبح صبح باغ کھلا یا تو میں نے سمجھا ضرور کچھ نہ کچھ ملے گا تو نیند
سے اٹھتے ہی ادھر آیا مگر کچھ نہ پایا۔

مرزا :- سلا رو! ارے سلا رو! (اندھے سے)

تھوٹ :- یہ کون؟ حیات بگ کم سخت کا پیٹ ہے یا پلاؤ کی دیک۔ یہ
کم سخت بھی عجیب نا بکار نا سمجھار ہے، سن دیکھو تو ساکھ سے پار ہے اور
اور سیرت دیکھو تو ایک کس رٹ کی حسینہ بگم پر بے سمجھے ہو جیسے نثار ہے
مگر اس کو خبر نہیں کہ حسینہ تو اس کے بیٹے سلیم کی والدہ ہے اگر سلیم کو
خبر ہو جائے تو پتہ نہیں کیا ستم توڑے محب نہیں جو باب کو بیٹا بنا کر تھوڑے
لو، وہ اسی طرف آتا ہے۔

(تھوٹ کا عجیب جانا اور مرزا حیات بگ کا آنا)

مرزا :- فکر فکر۔ جتنی فکر مجھے ہے اگر اتنی فکر کوئی ساتھ کرنا تو مفلس
بنائے گا حصہ دار ہو جاتا اگر کوئی ناٹک والا کرنا تو اس کا زیارتا ہے اس
ہو جاتا اگر حیرل کو پر کرنا تو ٹرانسوال کا ستیاناس ہو جاتا ہاے ہاے

میں نے شادی کی ہے یا بربادی، کم بخت جو مدلی دہ بھی عقل سے خالی سال
کبر میں چھ درجن بچے، نے خالی اب کیا کروں اپنا دم نکالوں یا اپنی جود کا
گلا دبا کر رڈالوں۔

(اپنا گلا دبانا)

جھنجھٹ :- (ظاہر ہو کر) ارے ارے مرزا صاحب مرزا صاحب آپ کیا
کرتے ہیں؟

مرزا :- مرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

جھنجھٹ :- نہ مرے نہ مرے میں آپ کو ہرگز نہ مرنے دوں گا۔

حماقت :- ہیں کیوں نہ مرنے دیجے۔ کیا تو، کوئی خدائی فوجدار ہے یا ہمہ کھسکی کا

حصہ دار ہے ہمارے مرنے جینے سے تجھے کیا سروکار ہے۔

جھنجھٹ :- اجی سرور کار اور گچے نہیں اگر آپ مر جائے گا تو ایک بڑا ستم
ہو جائے گا۔

حماقت :- یعنی یعنی۔

جھنجھٹ :- یعنی دنیا سے ایک بوقت کم ہو جائے گا ارے کھولا کھولا...

ایک نقل منہ کم ہو جائے گا۔

حماقت :- ہاں یار تو سچ کہتا ہے آگے ایک گھن چکر تھا وہ بھی مر گیا لال بھکر

تھا وہ بھی مر گیا اب اگر سری بھی پائمالی ہو جائے گی تو دنیا عقلمندوں سے

خالی ہو جائے گی مگر اے بد لگام میرے گھر میں تیرا کیا کام؟

جھنجھٹ :- اجی بلکیم صاحبہ نے شیرینی بھجوا یا رہ لے کر یہاں آیا تو

جو بیگم صاحبہ نے کہا سیاں کو بلالا۔

حافظ۔ بیگم، کون بیگم؟

بھتیجی۔ اچھی وہی آپ کی خواست بیگم بلاتی ہیں قہرہ بیٹے کو یاد فرماتی ہیں۔

حافظ۔ ارہمے ایک تو میں خود صبح صبح گرم ہو رہا ہوں اس پر طرہ یہ کہ قہرہ

پیسے کو بلاتی ہیں جا اس سے کہہ دے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔

بھتیجی۔ کرسی قہوٹ کیسے بولوں آپ تو یہاں کھڑے ہیں۔

حافظ۔ میں کھڑا ہوں مگر تو سمجھ لے کہ میں نہیں ہوں

بھتیجی۔ تو یہ بولتا کون ہے آپ کا قہوٹ؟

حافظ۔ تو جاتا ہے یا نہیں شیطان کے پوتے؟

بھتیجی۔ اچھا لوسیاں میں گیا۔

حافظ۔ کہاں گیا؟ تو تو کھڑا ہے۔

بھتیجی۔ کھڑا ہوں مگر آپ قہوٹ کہ میں گیا۔

حافظ۔ اے کیا کہاں تو تو یہیں ہے۔

بھتیجی۔ ہوں پر تم سمجھ لو کہ نہیں ہے۔

حافظ۔ حرامزادہ شیطان کا دادا مجھے بھی بناتا ہے؟ بوقت مجھے بھی

دلہنسی میں اڑاتا ہے۔

بھتیجی۔ نوسیاں میں سچ سچ چلا جاؤں؟

حافظ۔ بہتر ہے بے، ہاں ہاں اسی آن میرے گھر میں کیا تیرا کام شیطان

اب اگر آئے گا تو تیری ٹانگ بھی توڑ ڈالوں گا ایک تو میں خود صبح

صبح گرم ہو رہا ہوں اس پر یہ مجھے اور آگ لگاتی ہے۔ نئی قہودہ پہنے ہوئے ہوں
 ہے میں اب میں اس گھر اور کھوسٹ دونوں کو چھوڑ دیا ہوں، دونوں سے
 رشتہ توڑ دیتا ہوں، نہ رہے گا بانس نہ بچہ کھنکھانے لگا۔ نہیں نہیں
 میرے چاؤں گا کہاں؟

تھکھٹ (خود سے) قبرستان

حافظت۔ کھوسٹ کی کیفیت کیا کم تھی جو قسمت نے اور اڑنگے میں چھپایا
 تھکھٹ۔ یعنی یعنی

حافظت۔ اس بڑھاپے میں ایک نوجوان لڑکی کا عشق چڑایا۔ اب حسینہ سے
 شادی ہو تو غم سے آزادی ہو۔ ہائے کیا کروں کیسے پاؤں حسینہ کیسے
 ہوگا جینا، (خود گلا دبا کر) دیکھ پاری سنبھال
 تھکھٹ۔ (ظاہر ہو کر) ارے ارے متباں غمزدہ ہوا۔

حافظت۔ ارے بھائی کیا ہے بشر تو ہے؟

تھکھٹ۔ ارے خیر کا ہے کی ملکہ برافا کھوسٹ نے حسینہ کی تمام دانتان چھپ کر
 ہی پائی اب غصہ سے آگ ہوئی جاتی ہے اور چھپ فٹ ملتی جرتی لے کر
 آ رہی ہے۔

حافظت۔ ہوئی؟ رشتہ یا سوتی

تھکھٹ۔ دلالتی۔

حافظت۔ ارے بھائی کوئی تدبیر بتا میری جان بچا۔

تھکھٹ۔ آئی۔۔۔ تدبیر ہزار ہے مگر بتانا دشوار ہے۔

حافظہ۔ کیوں کیوں

تھک گیا۔ جب کوئی نہ سیر جاتا ہے تو پہلے کچھ پاتا ہے پھر نہ سیر جاتا ہے۔

حافظہ۔ ارے کیا چاہئے؟ کچھ بول زبان کھول۔

تھک گیا۔ دس روپے دو تو تمہارا کام سنا جائے گا۔

حافظہ۔ اے زرے بول میرے کان میں جو رد کی جوتی اٹکی ہے۔

تھک گیا۔ دس روپے۔

حافظہ۔ میں اس کان سے بہرا ہوں اس کان میں کدو

تھک گیا۔ بس روپے

حافظہ۔ ارے کجنت دس روپے والی جگہ پر آ، کجنت تو نہ سیر تو تھلا پھر دیکھی

کیسے انعام کا مینہ برساتا ہوں۔

تھک گیا۔ اچھا تو کچھ چاندی دان لاؤ درنہ میں سلیم صاحبہ کو بلاتا ہوں

حافظہ۔ اے، اے، اے، اے، اے، اے، اے (روپے دیتا ہے)

تھک گیا۔ تو جناب حسینہ سے شادی کر کے اپنا غم کیوں نہیں دور کرتے؟

حافظہ۔ ارے بار شادی کیا کروں خاک اس کی شادی کی شرطیں انہی کر دی ہیں کہ

جس سے مشکل پڑی ہے وہ کہتی ہے کہ وہ شخص مجھ سے شادی کرنے آئے

جو شادی سے پہلے مجھ سے پانچ جوتے کھائے۔

تھک گیا۔ اچی جوتی سے کیا گھبرانائے تو شادی کا زمانہ میں کہہ دوں ذرا

دھیرے دھیرے۔

حافظہ۔ بال دھیرے دھیرے چاہے سر کے بال اتار دو یہ پر سب کے سامنے

ہنس مارے نہیں تویری عزت چلی جائے گی۔
 جیسے اچھی عزت تو میں بچاؤں گا اور حسینہ کو بھی میں سمجھاؤں گا بس آپ
 جائیے اور کل بارہ بجے وہاں توپ کے سننے پر آئیے۔

حافظ۔ ٹھیک بارہ بجے
 جھنجھٹ ہاں ہاں ٹھیک بارہ بجے (خود سے) تاکہ تمہارے بھی بارہ بج جائیں۔
 حافظ۔ گھر میں وہاں چلوں گا تو سہی مگر حسینہ سے بات کیا کروں گا بات؟
 جھنجھٹ۔۔۔ پیار کی گھات۔
 حافظ۔ ہاں۔۔۔ تو ٹھیک ہے میں اندر سمجھا اور کل بکاؤلی کے عاشقانہ فقرے
 یاد کرلاؤں گا۔

(حافظ بیک کا گانا)

جھنجھٹ۔۔۔ پلو یہ جھنجھٹ بھی ٹلا کیسے دیا یا گلا جو روئیے بجا دیے دے چلا
 گانا

اچھی واہ جی واہ دیوانہ ہے بندر، ٹھنڈے، قلندر سے پالا
 ارے واہ جی واہ رونا چاری ہو صورت پے داری ہو

بانتی مزیدار، قربان شیطان، یہ پیٹ نکالا یا کاندھو کا تانا لایا ہے بولومردار اچھی واہ جی واہ
 برعکاس کا ٹوٹو، محبت میں ٹوٹو ٹوٹو رکھو، ادھر ادھر رنگیں جوانوں میں جگمگ کر انوں میں ہوتا شمار
 پیرساری باتیں دیوانی، اندر ہی پیشانی کا آلو گنوار۔۔۔ ارے واہ جی واہ (جانا)

سین ختم

باب پہلا پر وہ چوتھا

باغیچہ ناصرالدولہ

دقمر پسر ناصرالدولہ کا تھول تھولتے اور نہ جس کا مع سہیلیوں کے نظر آنا
(سہیلیوں کا گانا)

سہیلی سہیلیاں :- سکھی تھولن میں رات جن تھولت تھولنا
سہیلی نمبر ۱ :- ماند ہوا دیکھ مکھ چاند واہ والا (کورس)
سہیلی نمبر ۲ :- تھولو تھولو سرتاج، تھولو رات جن کے راج تھولت تھولنا
سہیلی نمبر ۳ :- پیوے تو را باغ جوں پھلہ اری دے کر دامن مورے سرتاج جگ سرداری لے
کورس :- جے جے لالہ، اٹکھ اٹالا پائے جگ جگ راج راج سکھی تھولن میں ...
دقمر تھولے اتر کر آتا ہے اور پچھے ناصرالدولہ داخل ہوتا ہے

قمر - اکی جان اکی جان

جس اڈ بڈا اڈ (بورے کس اکا اکا ب حیات خدا کی بخشی ہوئی نعمت با پاک
درخت کا پھول سے

جی جائے اس دوا ہے جسے دم میں دم نہیں
بورے ترا علاج سیما سے کم نہیں

گانا

قرۃ۔ اناں مجھے اچھی سی ٹوٹی منگادے، ٹوٹی منگادے گھوڑا دلا دے
 ہارے پسرے گا گھوڑے پہ بھڑے گا ہانکوں کا ٹک ٹک ٹک ہوں ہوں ہوں
 دستہ آستہ بس مہم مہم مہم
 انا مجھے چھوٹی سی بندوق لا دے تھالا منگادے تیرکان دلا دے
 توپوں کو قھوڑوں کا قلعہ کو توڑوں گا، گولا چلاؤں گا۔
 ترتر ترتر ٹم ٹم ٹم ٹم، چٹ پٹ پٹ پٹ، چٹ پٹ پٹ پٹ
 دھڑاڑ دھڑاڑ دھڑاڑ دھڑاڑ دھڑاڑ دھڑاڑ
 اناں مجھے.....

ناصر۔ خوشی، خوشی سن و عشق کے دو گل، دہلی یا شجر عشق کا
 مٹھا مٹا ایک عاشق و عشق کی جی خوشی یہی ہے
 مرہبی۔ (چونک کر) میں یہ کون کہتا ہے باغبان ارے سچے سے تو بول اوسان
 ناصر۔ میں باغبان! یہ تو میں ہوں آپ کا عاشق نیم جان
 مرہبی۔ عاشق نیم جان کہیں شامت تو نہیں آئی بد زبان
 ناصر۔ شامت؟

مرہبی۔ (دیکھ کر) کون آپ ہیں جناب عالی میں سمجھی تھی باغبان یا مالی
 ناصر۔ کیوں نہیں ضرور
 مرہبی۔۔ سعاف کیجئے حضور
 ناصر۔ ہوں سعاف کیجئے اچی واہ جناب عالی کیا اچھی چال نکالی کسی کو بنائیں
 مالی کسی کو دیکھئے گالی اور پھر سعافی مانگ کر بیچ جائیے خالی سے

خطا معاف نہ ہرگز حضور کی ہوگی
خطا جو کی تو سزا بھی قصور کی ہوگی

مرحبی :- سزا دلائق کا رحمت + کھڑی ہے تو گرفتار محبت
ہمارے ہاتھ باندھو گیسو بندے ہمیں سمجھو گہنگار محبت
ناصر :- خیر جائیے جب چور چوری کرنے سے سزا پایا تو حاکم کو بھی کچھ رحم آیا
مرحبی :- تسلیم تسلیم

ناصر :- جب گہنگار اپنے دل میں جرم سے نادم ہوا
معاف کر دینا اسے انصاف سے لازم ہوا

مرحبی :- بندگی بندگی
ناصر :- ہاں، پھر ایسا تصور نہ ہونا چاہئے اس لئے مجرم کو کچھ نہ کچھ جرمانہ
ضرور ہونا چاہئے۔

(بوسہ لینا)

مرحبی :- ہمارے جرم کا جرمانہ یہ حضور نہ تھا
خطا زباں کی کئی گالوں کا کچھ تصور نہ تھا
نہ اس طرف سے کبھی اب درگزر خطا ہوگی
سزا تو دے چکے اب آپ کو سزا ہوگی
ناصر :- ہاں ہاں جو کئے نہیں جو کئے نہیں

بہ ضرور جرم کا سزا لیجئے جبر جبر کے جی مزے سے مرے پار کیجئے
میں ایک نوں تو آپ مرے پار لیجئے

رستم :- عالیجاہ میں شرمندہ ہونا ہوں آپ ذرے کو آفتاب بتاتے ہیں
 اور غلام کو بھائی کے نام سے یاد فرماتے ہیں ورنہ جو میرا خیال ذاتی ہے
 اس میں تو غلام کی بھی قابلیت نہیں پائی جاتی ہے ۔

ناصر :- تمہاری عالی صفاتی ہے جو اپنی تعریف پسند نہیں کرتی ہے ۔
 کبھی کرتا نہیں تعریف اپنی جو کہ عالی ہے

کہ ٹھوکر سے وہی بکتا ہے برتن جو کہ عالی ہے

رستم :- عالی جاہ خبر آئی ہے کہ افواج رقیب آپہنچی ہمارے دل کے قریب جا پہنچی
 نہ ہوا یا کہ کسی وقت وہ حملہ کر دیں ہم تو عظمت میں رہیں اور وہ لپٹا کر دیں
 فوجیں تیار کھڑی ہیں کہ فدا جان کریں آپ گر چلیے تو ہم کوچ کا سامان کریں

ناصر :- لو ماری اب آگئی جدائی کی باری

مہربان نہیں تہیں مجھ کو اکیلا نہ چھوڑو ، مجھ سے کھینچو نہ سوڑو میرے شیشہ دل کو
 تنگ مفارقت سے نہ توڑو ۔

تم تو کہتے تھے ہمیشہ کہ میری جان تمہیں ہو + جب جان چھوٹے جیتے کھیر کسے بھین ہو
 ناصر :- یہ سچ ہے پیاری کہ تم جان ہو ہماری مگر یہی تو ہے دشواری کہ میں سداں
 جنگ میں لڑنے جاؤں گا مہربانیں ... نہیں تم نہ درنا

جاں میری کھو گئی تو کھو گئی + یہ سمجھنا مجھ پر صدمے ہو گئی

(مہربان کا ناصر کا دامن پکڑتے ہوئے گانا)

سورے شام سورے دھام سورے سنو ریا

جانے سورے پھیر کھیریا ... سورے شام

تم بن سوز رہا جائے عمر یا بن تورے سن تلکے ڈگرایا۔۔۔۔۔ سورے شام
ناصر۔ خیر اٹھو جاؤ لیاں بدل کر اڈ مارے یاد رہے کہ خجے سے میدان میں نہ آنا۔
جاؤ تیار ہو سوار ہو۔

(مہر جس میں اور فقرہ جانا)

بہادر رستم

رستم :- صاحب عالم
ناصر :- تھوڑی دیر میں کیا ملے گا ؟

رستم :- فتح یا موت

ناصر :- کاش دشمن کے لئے فتح اور میرے لئے موت ہو۔

رستم :- اور کاش سب کے لئے موت ہو۔

ناصر :- خیر اگر سب کے لئے موت ہے، تو میں اپنی بیوی اور بچوں کو خدا پر سونپتا
ہوں اور اگر میرے لئے موت ہو تو اگلیں کون سے بچھا لے گا ؟

رستم :- وہی جو دو جہاں کو پا لے گا

ناصر :- پیارے رستم ! یہ بت سمجھنا کہ عیش و عشرت میں پلا سوا ناصر شہر و تنگ
کے نچھ میں جانے کے خوف سے گھبراتا ہے یا نہیں ! بگڑا کشت فشاں

توبوں کی چادر سیری پڑا کب ہے تلواروں کا پھل میرے لئے خوراک ہے مگر

مگر خدا معلوم کچ کیا ہونے والا ہے کہ دل خود بخود ہتھ دبالا ہے اچھا اگر

میرے لئے موت ہی ہے تو تم میرے بعد میری بیوی مہر جس کے شوہر اور

میرے بچے کے پر بننا۔

رستم :- اودھا ! یہ میں کیا سنتا ہوں ؟

ناصر :- جو میں کہتا ہوں

رستم :- کیوں نہیں مڑتا ہوں ؟

کیوں نہیں مڑتا ہوں کیا فحاشان سے سنتا ہوں میں

دیکھتا کس آنکھ سے کس کان سے سنتا ہوں میں

اے آنکھ تم کو رہو جاؤ، اے کان تم زندہ درگور ہو جاؤ

ناصر :- تو کیا میں تم سے نا اید ہو جاؤں ؟

رستم :- ہاں آپ مجھ سے نا اید ہو جائیے مگر خدا سے نا اید نہ ہو جائیے

ناصر :- مگر خدا جانے کون سا وقت آ رہا ہے جو سرا دل مجھ سے بہ باتیں

کہلوا رہا ہے ۔

تم اگر چہ اپنے منہ سے کہنے میں سہو عمل + تو میں اس خطا میں لکھے دیتا ہوں بڑا حال دل

بانو جو میں نے کہا منہ سے نہا دینا اسے + یا جو خطا میں تم کو لکھ دوں وہ نہا دینا اسے

رستم :- منظور ہے کلام بھی سلجھانی کا ہے ہی ، راضی ہے شاہ اس میں تو خوش ہے سلام بھی

ناصر :- چلو اللہ فتح دینے والا ہے

رستم :- چلے دو دنوں کا جانا

باب پہلا پردہ پانچواں

منظر حسینہ کا محل

سلیم نے فراق میں حسینہ کا اندر سے گاتے ہوئے آنا

حسینہ :- ہائے مجھے دردِ حشر نے ستایا

فتار میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالوں میں

سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

کبابِ سنج ہیں ہم کر دیش ہر سو بدلتے ہیں

جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

اہلِ بیداد ملا، دل کا استاد ملا، پورا صیاد ملا، سخت جلا دلا

سائنس و تجزیہ بن بسمل میں جو اکٹے جاتے

اور چرکہ دیا جلا دے جاتے جاتے

ہائے مجھے دردِ حشر

یا ذرا یہ راستہ میں کیا غصہ آیا جو تھنجیٹ میرے پارے کو نیکرا بھی تاکنے آیا

(تھنجیٹ کا داخل ہونا)

تھنجیٹ :- سلیم صاحبہ بندگی - تسلیمات کورنشات

بند :- کیوں رے بد ذات کہاں اتنی دیر لگائی واہیات میرے سلیم کو لا یا؟

یاجے گیا دیے ہی چلا آیا د آہٹ پا کر، تھنجٹ کون ہے ؟
 (سلیم کا آنا)

سلیم :- آداب ہی لانا ہوں بندہ مہر
 حسینہ :- بس بس باسر قدم نہ رکھنا گھر کے اندر
 سلیم :- نہیں نہیں یہ آج کس بات کا غصہ نکالا جاتا ہے کیا بندہ کوئی سر کی
 بلار ہے جڑالا جاتا ہے ۔

(سلیم اس کو گلے لگانا چاہتا ہے جس پر حسینہ کا جھگڑنا)
 حسینہ :- نہیں بس مجھے نہ تا ئیے جائیے کسی اور سے دل بہلا ئیے
 سلیم :- اب خفگی دور کیجئے اور بتائیے آج اس گل سے چہرے پر ادا کیوں
 چھائی ہے

حسینہ :- اونہوں دودن تک نہ آنا ترسانا جلانا اور اوپر سے آکے باسی بنانا
 ذرا سیری آنکھ سے آنکھ ملا نا
 سلیم :- خوشی سے کہو تو ہونٹ سے ہونٹ ملا دوں
 دونوں کا گانا

~ ~ ~ ~ ~

حسینہ :- توری تھیل بل ہے پیاری، توری کل بل ہے پیاری، کرو پاتیں نہ مجھے سے سنو رہا جان
 سلیم :- توری زلفیں ہیں کالی توریے گالوں پر لالی توریے منوں کی لاگنی کسریا جان
 حسینہ :- جاؤ نادان سو ہے نہ بناؤ جان
 سلیم :- منیوں سے مینا ملاؤ میری جان

حسینہ :- اچھی چھوڑ دو جی ہاتھ، کڑا دروں سے گھات نہیں ہوگی یہ بات اچھی واہوا
 سلیم :- ہیں یہ سامنے سے کون صاحب آتے ہیں ارے، یہ تو میرے قبلہ و کعبہ
 شریف لاتے ہیں۔

حسینہ :- پیارے سلیم تمہارے باپ دن بدن سیڑھی سودائی ہوتے جاتے ہیں روز
 رات کو آتے ہیں میرے مکان کے گرد چکر لگاتے ہیں روتے ہیں،
 چلاتے ہیں میرے خدائیوں میں داخل ہوا چاہتے ہیں
 سلیم :- پیاری حسینہ تم جانتی ہو کہ ساٹھ برس کے بعد انسان کی عقل میں فرق
 آ جاتا ہے، اور یہ تو ساٹھ کے بھی بڑے ہیں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں
 آتا کسی طرح یہ کلنک کا ٹیکہ مٹاؤں خود کو بدنامی سے اور ان کو بوقونی
 سے چھڑاؤں۔

حسینہ :- پیارے بات تو بہت شرم کی ہے ماستوت بھی ہوئے تو اپنی بہو پر
 مگر اب کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہئے میرا خیال ہے کہ ہم تم مل کر انھیں
 بنائیں یہ دے دے ہی بد دے میں انھیں نصیحت سنجائیں تاکہ پشیمان ہو کر اپنی
 حرکتوں سے باز آئیں۔

سلیم :- ہاں پیاری ترکیب ٹھیک ہے اچھا ذرا چھپ کر ان کی حرکتوں کو دیکھیں
 بھالیں پھر کوئی ترکیب نکالیں۔

سلیم حسینہ کا چھپ جانا چھبھٹ و حفاقت بگ کا آنا
 حفاقت :- یہ چھبھٹ آج تو تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا جو حسینہ کو مجھ پر ہرمان
 کیا روز سے ہو تو ایسا بار ہو تو ایسا۔ خدا کرے ترے گھر میں بھی میری ہی

جیسا بہادر لڑکا پیدا ہو۔

جھنجھٹ :- اور وہ بھی حسینہ پر شیدا ہو۔

حاجت :- ہیں ہیں دیکھو یا ریحہ تلوار چلنے کی بات ہو جائے گی
تھنجی :- جناب حسینہ آتی ہے ذرا نسخہ کی گرد صاف کر ڈالو

:- دے دے آنے دے

:- ٹھہرا تو سچ محیا گل خانے کے قابل ہو گیا۔

حاجت :- جھنجھٹ حسینہ منجھ کو چاہے گی؟

تھنجی :- وہ تو آپ کو بیٹے کی طرح چاہے گی

حاجت :- تو میں بھی اس کو ماں کی طرح سے پیار کروں گا۔

:- حسینہ تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو بناؤ میں ابھی آتا ہوں

(حسینہ کا داخل ہونا)

حسینہ :- خوب میرے اس غم کدے میں آپ کا آنا مبارک ہو

جھنجھٹ :- تمہیں جوئے لگانا اور اعصاب کھانا مبارک ہو۔

حاجت :- جھنجھٹ جھنجھٹ ارے یہ بڑی فصاحت سے بات کرتی ہے۔

جھنجھٹ :- تو آپ بھی اپنی لطافت اور بلاغت کو کام میں لائیے وہ نا ملک میں

یاد کئے ہوئے فقرے سنائیے

حاجت :- اچھا اچھا ہٹ جائیں شروع کرتا ہوں مگر جھنجھٹ میرے گلے میں

آدا زانگنی ہے۔

جھنجھٹ :- تو جال کوٹے کا جلاب بیکھے۔

حافظ۔ اچھا یا ر پروردگار فدرا میری مدد کرنا میں شروع کرتا ہوں
 گھر سے یہاں کون خدا کیلئے لایا مجھ کو کس تمسکار نے سوتے سے جگایا مجھ کو
 اندر کی بجائیں تو میں پھر اچھے ہوئے سب جانتے ہیں مجھ کو میں شہر کے بھری ہوں
 اندر رکھا باب پہلا پردہ تیسرا، کہو کسی کہی
 جھنجھٹا ہے یہ تو روری ہے۔

حافظ۔ نذر دے مری جو د تیری بلا دور تجھے کھائے جھبیا سور
 جھنجھٹا رور رور

حافظ۔ یہ عاشق رنجور، تیری محبت میں چور، تیری محبت کو پائے گا ضرور،
 بزم ذاتی باب تیسرا پردہ تیسرا، کہو کسی کہی ؟
 جھنجھٹا اچھی کہی

حافظ۔ حسینوں کی خالہ ستیا ناسی کا مصالحہ، مرجائے تیرا باب جس نے تجھے
 پالا، یہ تیرا چاہنے والا، رستم کا بھائی سہراب کا سالار ادب کرا ادب کر
 میری خالہ، حیدر اولی باب چودھواں پردہ چوبیسواں
 کہو کسی کہی ؟
 جھنجھٹا اچھی کہی۔

حسین۔ کیا تم سچ پچ میرے عاشق ہو۔
 حافظ۔ ارے سچ پچ ہوں تو کیا جھوٹ موٹ ؟ کہو جھنجھٹ عاشق
 جھنجھٹا ہاں ہاں سچ پچ عاشق عاشق۔ اول ممبر
 حافظ بیگ کا گانا

حافظت تو ہے میری جانی، تو ہے میری نانی، تو ہے میری خالہ جان۔

جان لے جہان لے مکان لے

پاری پاری باتیں ساری ساری راتیں سنوں کر کے دھیان ... تو ہے میری

توری تر تھی بکریہ کو پیار کروں سورے تارے کٹر پائین کی

مانکا سپتیا تو سورا سبیاں ڈاروں تورے گلے بیاں

ہاں ہاں آؤ جی آؤ ہاں ہاں ہاں ہاں

سینہ :- اچھا میں نے خط میں شرط لکھ بھیجی تھی، وہ تم کو منظور ہے؟

حافظت :- جھنجھٹ، یہ تو کثیر جوتاں کھانے کی باری آئی

تھنڈا جی کھا تو بھی، یہاں کون دیکھتا ہے کہو کہو منظور

سینہ :- کون منظور؟

حافظت :- بابا منظور؟

سینہ :- اچھا تو سمجھو جاؤ

حافظت :- جھنجھٹ

جھنجھٹ جی حضور یہ بھی منظور

حافظت :- اچھا بابا یہ بھی منظور

سینہ :- اچھا میں جوتی رگاتے جاؤں گی اور تم تعریف کرتے جاؤ

حافظت :- تو جوتے بھی کھاؤ اور تعریف بھی کرو؟

جھنجھٹ حضور یہ بھی منظور

حافظت :- اچھا بابا یہ بھی منظور، مگر جھنجھٹ ذرا دھیرے دھیرے کہنا

بھینٹ ہاں بگیم صاحبہ ذرا دھیرے دھیرے
 حسینہ :- اجی ایسے ایسے دھیرے لگاؤں کہ سر پھوٹے تو پوٹے مگر میری
 جوتی نہ ٹوٹے

(حسینہ کا جوتی لگانا)

سینہ :- ایک دوست

حادثہ :- اب رہنے دو پھر شادی کے دن
 حسینہ :- ہاں یہ تم بیچ میں کیوں بول اٹھتے؟ چلو اب پھر ایک سے
 شروع کرو۔

حادثہ :- ہاں یہ کیوں؟ اتنی جوتیاں کھائیں وہ فضول گئیں
 حسینہ :- تم بیچ میں بول اٹھتے سو میں گنتی کرنا بھول گئی۔
 بھینٹ اور کیا؟ تم بیچ میں کیوں بولے؟

حادثہ :- اچھا بابا

حسینہ :- ایک دوست

حادثہ :- یہ چار سو گے یاد رکھنا

حسینہ :- ہاں تم پھر بیچ میں بولے پھر ایک سے شروع
 حادثہ :- پھر ایک سے شروع؟ ہائے ہائے یہ کس جنت تو رال پھر حجامت
 تھپی ہوئی، یہ سر اور جوتی دونوں ہی بے شرم ہیں دیبا کی طرف
 دیکھ کر) ہائے ہائے جو مجھے کور دیکھ کر ہنسے خدا کو سے وہ بھی اسی
 آفت میں پھنسنے۔

حسینہ :- (زور زور سے جوتی لگاتی ہے) ایک دو تین چار پانچ

(جھنجھٹ کا اندر سے گھبرائے ہوئے آنا)

جھنجھٹ بیگم صاحبہ! آپ کے والد صاحب تشریف لائے ہیں

سینہ :- ہیں؟

حافظ :- ہاں؟؟

جھنجھٹ :- ہوں؟؟

حافظ :- کم سخت جوتیاں کھاتے وقت کہاں مر گیا تھا جو میں شادی کے وقت کتاب میں بڑی بن کر آیا اور میری حسینہ تیرا ستیاناس ہو مجھے

کبھی چھپا دے۔

حسینہ :- میں کہاں چھپاؤں میری تولا کھ کی عزت خاک ہوئی جاتی ہے، یا فدا

میں تو مری جاتی ہوں

جھنجھٹ :- ارے وہ تو مری جاتی ہے

حافظ :- ارے اسے مرنا ہے تو مرنے دے مجھے تو کبھی چھپا دے

جھنجھٹ :- ہاں ایک چارہ ہے جس سے تمہیں تھپکا رہا ہے

حافظ :- چارہ کھاتی چارا

(جھنجھٹ کا اندر سے کھا گھرا اور ساڑھی لگا کر دینا)

جھنجھٹ :- اچھا تو لو یہ کھا گھرا ساڑھی پہن کر چکی پیسا شروع کر دو

حافظ :- اونٹنے ساری میں نہیں پہنتے کا

جھنجھٹ :- اچی پہنو بھی محبت کچھ خاطر لوگ جوتیوں کا بار پہنتے ہیں۔ لو پہنتے ہو

بائیاں کو بلاؤں میاں میاں

حماقت گاہ کا بیڑے پہن کر چلی پھینا اور گانا

حماقت - موری من کی بتیاں نہ بھائے، میرے پیار گھر نہ آئے

وسلیم کا داخل ہونا

سلیم :- کیوں پیاری حسینہ مزاج کیسا ہے ؟

حسینہ :- ضرورت سے بھی زیادہ اچھا ہے ۔

سلیم :- پیاری و در کیوں کھڑی ہو، ادھر تو آؤ میرے گلے لگ جاؤ

حماقت :- نہیں یہ کیا کرتا ہے جی میں آتا ہے کہ چلی کا پاٹ پھینک کر بارودوں

سلیم :- کیوں پیاری حسینہ یہ کون ہے ؟

حسینہ :- نہر حسینہ

سلیم :- (لات مار کر) ارے سمجھنے سے بول بد قرینہ

حماقت :- ارے بولتا ہوں

چھبھٹ :- ارے بولتا ہوں کیا ؟

حماقت :- ارے تو یہ کھول گئی بولتی ہوں

سلیم :- مگر یہ کجنت کتنا آہستہ آہستہ پہنچی ہے ارے زور سے پس

حماقت :- ارے پتا ہوں

چھبھٹ :- ارے پتا ہوں کیا ؟

حماقت :- ارے کھول گئی پستی ہوں

سلیم :- مگر یہ کجنت کتنا نیچ نیچ میں سمجھی ہے (بھولات مار کر) ذرا سہٹ کر بیٹھے

سب :- مارو مارو

ناصر :- ناکامی، بدنامی

دور فلک سے شکوہ ناکام رہ گیا

جو کام میں ہلا تھا وہی کام رہ گیا

سیاہی نمبر ۱ :- دیکھئے حضور، یہ سامنے سے کون آتے ہیں؟

سیاہی نمبر ۲ :- کوئی دشمن کے طرف دار نظر آتے ہیں

ناصر :- ہاں خبردار کہ آمادہ شر نظر آتے ہیں، سیاہی ہاں ہیں؟ پکڑو... دیکھو

سیاہی :- تمہارا نام؟

سیاہی ۲ :- تمہاری سوت کا پیغام

ناصر :- تمہیں کس کی ہے تلاش؟

سیاہی ۳ :- تلاش، اوبہ سعاش آہم بتائیں، کس انسان کی ہے تلاش۔ تیری ہی

بستی جو ہے تیری جان کی تلاش۔

ناصر :- اوتا بے فتنہ ضحاک، کیا بکتا ہے؟ بے باک، کس گے بزدل کیا ہم سے

شیر مرہ کی تلاش، سنجہ کو ہے میری تلاش مجھے کو ہے تیرے سر کی تلاش (تلوار نکالنا)

دنا سر کا چنگیز کے سپاہیوں سے لڑنا کئی سپاہیوں کو جان سے مارنا۔ آخر بہت سے

سپاہیوں کا گھیر کر گرفتار کر لیا،

(رستم کا آنا) اور ناصر کے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو آواز دینا)

رستم :- بھڑو بھڑو! اے نامردو تم مرد نہیں عورت ہو۔ تم ہاتھ میں تلوار بچڑنے کے

لاؤ نہیں ہو بلکہ ہاتھ میں چوڑیاں پہننے کے لائق ہو۔

سیاہی :- جو جا ہے سو کہئے۔ زلت سہی نہیں جاتی۔ جان کر جان دی نہیں جاتی۔

رستم :- کیا حال ہے کیا جان ہے؟ جس کا تم کو اتنا دھیان ہے؟ ایک سپاہی

کے لئے عزت کا صدقہ جان ہے۔

سیاہی ۲ :- میں ہیں یہ ہم غریبوں پر کیا قہر زدگار، کیا غضب ہے قیامت آشکار

سیاہی :- مرزا صاحب وہ قصیدہ شروع کیجئے قصیدہ
حافظ :- اچھا اچھا ٹھہر جاؤ (جھنجھٹ سے رازدارانہ لہجہ میں) جھنجھٹ میں تو
جھوٹ ٹوٹ شاعر بناتا تھا۔

جھنجھٹ :- یہاں تو یہ قصیدہ پڑھنے کو کہتے ہیں
حافظ :- اچھی کوئی شعر وغیرہ بنا کر ٹھونک دو
جھنجھٹ :- اے شعر کیا میں نے تو بکری بھی نہیں بنائی۔
حافظ :- سب لوگ نظم میں تعریف کرتے ہیں آپ نثر میں کر دو۔ جو میں کہتا
جاؤں وہ کہتے آجاؤ۔

حافظ :- اچھا تو ذرا پوشیداری سے کہنا
جھنجھٹ :- اے تاج چھتر کے لائق شاہ
حافظ :- اے لالت کھڑ کے لائق شاہ

جھنجھٹ :- اے سلطان خاص و عام
حافظ :- اے سلطان کے خاص حمام

جھنجھٹ :- اے جنگیوں کے سردار
حافظ :- اے کھنگیوں کے سردار

جھنجھٹ :- اے جنگی نہیں جنگی

حافظ :- اے جنگی نہیں کھنگی

جھنجھٹ :- تمام زمانے کے شاہ آپ سب کے سر تاج، آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار

حافظ :- تمام زمانے کے شاہ آپ سب کے محتاج، آپ کے گلے میں جوتوں کا ہار

جھنجھٹ :- بہت تیرا باب مر جائے تیرا، ارے جوتوں کا نہیں پھولوں کا۔

حافظ :- بہت تیرا باب مر جائے پھولوں کا نہیں جوتوں کا۔

جھنجھٹ :- تو نے سب کا ستیا ناس کر دیا۔

حافظ :- تو نے سب کا ستیا ناس کر دیا۔

چھٹا کھیت مجھے بھی دربار سے نکال دیا گا۔
 چھٹا کھیت مجھے بھی دربار سے نکال دیا گا۔ آگے بول آگے بول
 چھٹا کھیت آگے کھیت بولوں تیرا سر
 چھٹا کھیت آگے کھیت بولوں تیرا سر
 چھٹا کھیت قصیدہ تمام بابا قصیدہ تمام
 چھٹا کھیت قصیدہ تمام بابا قصیدہ تمام
 چھٹا کھیت شہر جاؤ مرزا صاحب ٹھہر جاؤ
 چھٹا کھیت اے شہنشاہ نادر ذی وقار
 چھٹا کھیت رہیں فتح فتح کو مبارک بولا کہ بار
 چھٹا کھیت ذی باہ سر بلند ہو بہ کا ریت ہو
 چھٹا کھیت اس شاہ کی ہو فتح عدوی شہت ہو
 چھٹا کھیت اوہوں چھٹا کھیت ایتنا قصیدہ سب سے بڑھ کر رہا
 چھٹا کھیت شہر جاؤ میرے شکار ناصرب معاش کو لاؤ
 چھٹا کھیت چل اپنے کو حسینہ کے گھر جاتا ہے
 چھٹا کھیت ہاں، چلو چلو

(سب کا جانا گیا ہوں کا ناصرب کو سٹھکڑوں اور زنجیروں میں باندھ کر لانا)
 چھٹا کھیت اے اے شاہ زمانہ، کیسے آپ نے غلام کو پہچانا؟
 چھٹا کھیت شیطان کو کون نہیں جانتا ہر شخص پہچانتا ہے۔
 چھٹا کھیت شکل و صورت دیکھ لی کہ در عونت دیکھ لی
 چھٹا کھیت نام پہلے سے سنا تھا آج صورت دیکھ لی
 چھٹا کھیت جنگیز اور غزور! تو، زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے پھر بھی یوں اکڑا ہوا ہے۔
 چھٹا کھیت عزت کی نشان کیا آبرو گئی + دل سے گر نہ تیرے رعوت کی تو گئی
 چھٹا کھیت سرے غرور مسند تھل نہیں گیا + رسی تمام چل گئی پر پل نہیں گیا

ناصر: عزت والے مصیبت میں کب ویتے ہیں۔ تارے دن کے بدلے
رات کو چلتے ہیں۔

چنگیز: خاک ہو کر آبروزیر فلک جاتی نہیں + عطر کی مٹی میں مل کر بھی جھک جاتی نہیں
بان جائے گی مگر جو بہرہ جاسے گئے بھی + توڑ بھی ڈالو تو ہرے کی جھک جاتی نہیں
چنگیز: کیا کہا؟ او با و ہوائی۔ وہ شرافت پس کام کی جو وقت پر کام نہ آئی۔
جو ہر اگر دکھاتے مشکل ٹپڑی نہ ہوتی + ہاتھوں میں آج کے دن ہوں شہکار ہوتی
ناصر: کیا کہا؟ شہکاری؟

چنگیز: ہاں شہکاری

ناصر: جن بہادروں کو اپنی عزت عزیز ہوتی ہے، ان کے ہاتھوں میں ہمیشہ
دو چیز ہوتی ہیں۔

چنگیز: دو چیز؟

ناصر: ہاں دو چیز

چنگیز: کیا؟

ناصر: تیغ و شمشیر + شہکاری درجن جو طبیعت میں عورت ہے اس کے لئے
بہادری کی ضرورت ہے۔

چنگیز: تو نے اس سے کہا بہادری کہ مجھ سے کرے لڑائی، میں تیرا کون تھا
ناصر: کون تھا؟

چنگیز: حجاز ادرہ جانی

ناصر: اچھا، تو نے بھائی کو نام لے کر میرے چچا کی روح کو بلا دیا۔ ان کو
میں نے بندھے جگا دیا، ادنا سزا تھی تجھے بھائی کہتے ہوئے ذرا بھی

شرم نہ آئی۔ حجاز ادرہ جانی اور یہ کج ادائی لعنت ہے بھائی۔

چنگیز: جن کی گودوں میں پلا دشمن اٹھیں کا ہو گیا + تو نہیں پیدا ہوا اک سانپ پیدا ہو گیا
چنگیز: خیر میں نے مانا کہ تیری نظر میں خوار ہوں + مارا گیا رہوں، بدکار ہوں مگر رہوں

دیکھ اپنے کو کہ کس رنج و الم میں ہے کھڑا + اور مجھ کو دیکھ جام عشق سے سرشاروں
 ناصحہ ضرور یہ کہ اس کی ایسی بات ہے عزت اور ذلت خدا کے ہاتھ سے ہے۔
 بھری برسات میں جن ندی نالوں میں روانی ہو + اصفیں گرمی میں دیکھ تو سر میں سرانہ پانی
 مگر دریا کو اس گرمی کا کچھ بھی غم نہیں ہوتا + نگار و آگ بھی اس میں تو پانی کم نہیں ہوتا
 ایک شاخ میں دو پھول جوتے ہیں ایک شادی کے وقت پہرے کے کام آتا کہ
 دوسرا بعد مرگ قبر پر چڑھایا جاتا ہے ایک صدف میں دو گوہر خوش آکھب جوتے ہیں
 ایک کو لہاسی تاج میں نگاتے ہیں دوسرے کو کھل میں ہیں تو خاک بناتے ہیں۔
 چنگیز - جو ہم جانتے ہو کہ عشق کا نام دل گیری ہے اور شاہی کا انعام فقیری ہے
 قوت حق غم اٹھائے ہیں کے تحت و تاج کے والی
 مجھ ہی کو کیوں نہ ایسی بادشاہی تمام نے دے ڈالی

ناصر - تم کو؟
 چنگیز - ہاں مجھ کو

ناصر - نہ تو بادشاہی کا دنیا کو بارعیا کو ظلم سے بابتوں میں دنیا ہے شہر سے
 بکریوں کی حفاظت کا لینا ہے کر سکیوں گا تب میں ان ظلم و ستم کا سامنا۔
 چلیں نہ کرنا ہم بھی مجھ کو خدا کا سامنا
 چنگیز - جب رعیت کی تقدیر میں ایسا ہی ہوتا ہے تو پھر ہمیں کس بات کا رونا
 ہے ہم تو یہ جانتے ہیں کہ
 اور کیا؟

چنگیز - سب کو سو گار بنج ہم کو غم نہیں تو کچھ نہیں + اور روئی، اپنے گھر ماتم نہیں، تو کچھ نہیں
 آدمی دنیا میں ہر دم خوش نہیں تو کچھ نہیں + دم کے ہیں سب دم دے جب دم نہیں تو کچھ نہیں
 ساری دنیا بیچ بیچے جب ہم نہیں تو کچھ نہیں

ناصر۔ تو تم کو جس ارمان کی امید ہے اس جہاں میں پورا ہونا بعید ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ
 یہ باتوں کے تو دیاں پورا آرام پاؤ گے۔
 چنگیز۔ اور وہی تو نے میری موت اسی لئے چاہی کہ تیری قید ٹوٹ جائے اور تو

اس عذاب سے چھوٹ جائے؟
 ناصر۔ نہیں میں اکیلا تیرے عذاب سے نہیں چھوڑوں گا بلکہ دنیا تیرے ہاتھ سے چھوٹ
 جائے گی اور تو، دنیا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا اور خوں ریز چنگیز سے
 کون معاملہ جائے گا اس رزنی میں فائدہ + تو نے کیا سوچا ہے میری دشمنی میں فائدہ
 چنگیز۔ فائدہ؟ سلطنت حاصل کرنے کا قاعدہ جس طرح سے ایک بیان میں درخبر
 آبدار نہیں رہ سکتے اسی طرح ایک ملک میں دو شہر نہیں رہ سکتے۔
 ہوا کی لگتی ہے طبیعت صبر کر سکتی نہیں + ایک روٹی دو بشر کا پیٹ بھر سکتی نہیں
 ناصر۔ تو انسانی مشابہت نہیں ہے آدمی، ایک روٹی دس آدمیوں کو بانٹ لکھاتا ہے۔
 مگر ایک کتا ایک بڑی اکیلا ہی جیاتا ہے۔
 چنگیز۔ وہ کہ جن لوگوں میں ایسی کج ادائی ہے + وہ اک کتے ہیں بلکہ کل انسانوں کی پالی ہے
 چنگیز۔ دیکھ دیکھ، اگر میرا غصہ نہ ٹل جائے گا تو آفتاب نکلنے کے پیش ہی تیرا
 نکل جائے گا۔

ناصر۔ انت، جہاں تجھ سا کور باطن ہے، وہاں آفتاب کا نکلنا غیر ممکن ہے۔
 چنگیز۔ یوں، سبب؟
 ناصر۔ سبب؟ تیرے گناہوں کو تاریکی نے تمام جہاں میں مچا دیا ہے، آفتاب کو
 نکلنے سے چھپا دیا ہے۔

مردہ گور میں خب جسم بر تیرا ہوگا + تب زمانے میں اسی روز سویرا ہوگا

گانا۔ پائے گا سزا بے ایمان، جان

اور ذی ظالم جا، اور دوزخ میں مرکھ کر پانا، جل جانا، مر جانا،
 تو نے جو کچھ نوا یہ پانی اس سے کیا ڈرنا، مرنا بھرنا، باری بدکاری کہنا کرنا

اب سے ڈرنا لہر و غم وینا یہی جانا، بچانا...
 چنگیز۔ بد زباں کم نہیں ہوتی ہے طاقت تیری
 خیر معلوم ہوا آگئی شامت تیری
 کوئی لے جاؤ، اسے قید کرو آج کی رات
 خون پی لوں گا تیرا شستہ صبح کے ساتھ
 ناصرو۔ کیا؟ خون؟
 چنگیز۔ بس
 ناصرو۔ بات مذکر

(ناصر کو لے جانا)
 چنگیز۔ اور دشمن جانی اب کون بچائے گا تیری زبردگانی؟
 (نوشا بے گناہ داخل ہوتا ہے)
 ناصرو۔ ذاتِ رحمانی، ذاتِ رحمانی اسے سوتے ہوئے تو قیامت
 آتی ہے، قبر کی زمین ہلکتی ہے۔
 چنگیز۔ کون نوشا ہے، پیاری کیا حال ہے؟ کیا خیال ہے؟
 نوشا۔ زندگی تو زوالی ہے انجام کا خیال ہے۔
 چنگیز۔ انجام اے دل آرام، کیا میری محبت کا انجام؟
 نوشا۔ محبت؟ کیا اب تک دنیا میں باقی ہے، جس کی مشافی ہے؟
 گئے وہ دن کہ حرمِ قدسِ عالم کے گانے سنے

مراوت اسے تو بجاتی ہے اس کا نام اکے سے
 چنگیز۔ ہو گیا اچھی طرح اب آزمائے سے
 جسے کہتے ہیں الفت اٹھ گئی مارے زمانے سے
 خوشی ہوتی ہے اب بھائی کو اپنے رستے سے

چنگیز۔ میں نے کیا گناہ نوید؟ کوئی غم؟
 چنگیز۔ میں نے کیا گناہ نوید؟ کوئی غم؟

کرتے ہیں لوگ آہ تو پھر تم کو کیا غرض + روتے ہیں ہر وہاں تو پھر تم کو کیا غرض

دنیا سوئی تباہ تو پھر تم کو کیا غرض

نوشابہ پر عرفی انسان کا فرض ہے وہ انسان نہیں جس کے دل میں رحم و ایمان نہیں۔

جنگیز نوشابہ! توڑ دیکھنے میں روتی ہے مگر چھپنے میں سوئی ہے

نوشابہ! اور تم! دیکھنے میں امرت کی لہر موج مگر پینے میں زہر ہوا۔

جنگیز۔ نوشابہ! نوشابہ تم میرے سینے میں دل

نوشابہ! اوج تمہارے پاس دل نہیں ہے جنگیز! اگر تمہارے پاس دل ہوتا تو اس میں

خدا کا خوف ضرور ہوتا۔

جنگیز۔ تو کیا میرے پاس دل نہیں؟

نوشابہ! نہیں اور اگر ہے بھی تو بیکار، سوراخ وار ہے، اپنا سوراخوں سے شیطان اُتاتا ہے

میرے اور آپ کو بہکاتا ہے آخر تو اس سے لایا جاتا ہے؟

جنگیز۔ موت بس ناہر کی موت جب تک اس کے جسم میں روح کے ذرے دوڑے

رہیں گے تب تک موت بس موت جب تک اس کے خون کے آخری قطرے

میرے غصے کی پراس نہ بنتے گی تب تک موت بس موت

نوشابہ! افسوس! برق اور برسات بھی شور و غل کے بعد سکھ جاتے ہیں ہیا زور و سخت

بھی بعد زلزلے کے جہم جاتے ہیں مگر تمہارے غصے کی آگ ایسی ہے جو ہزاروں

کا گھر جھینے پر بھی ویسی کی ویسی ہے؟

افسوس بھائی بھائی نہیں کیا کیا بھابھائی + والد کے آگے بیٹے کی گردن بھابھائی

صد ہا ہزار روزہ کی ہستی نما ہوئی + جو جو کہ نہ ہوئی اب وہ وہ خطا ہوئی

پھر بھی ہوس نہ آپ کی پوری ذرا ہوئی

جنگیز۔ نوشابہ! شور کا کہنا ماننا عورت کا سنگار ہے پری کی سی شکل پا کر چرچیل کی

تکلیفات کرتی ہے!

نوشابہ! اور دشمن پر رحم کرنا بہادری کا سنگار ہے آپ فرشتہ کی سی شکل پا کر شیطان کی

بات کرتے ہیں ؟

جنگیز - بس، جا چلی جا او نادان عورت یہاں سے چلی جا۔ اگر میری تلوار سانپ سے
اگر نکلے گی تو ناصری کی زندگی کے ساتھ میری بھی زندگی کی جڑ کاٹ کر پھینک دی جائے گی
نوشا بہ - یہ تلوار جو دیکھنے میں اتنی ٹھیکتی ہے، زندگی کی جڑ کاٹ سکتی ہے مگر انجان کی
جڑ کاٹ نہیں سکتی۔

جنگیز - تو کیا تم میری بوی ہو کر میری شریک نہیں ؟

نوشا بہ - نہیں مظلوم سانپ کی شراکت ٹھیک ہے مگر ظالم شوہر کی شراکت ٹھیک نہیں
جنگیز - خیر شوہر کی نہیں تو دشمن کی شراکت کرنا، ناصری کے ساتھ تو بھی قبر میں اترنا
شوہر سے بڑھ کر دشمن جانی کا دھیان ہو + چلی دو رنا سزا کی یہاں سے و فغان ہو
جنگیز کا حصہ سے کاسیتے ہوئے چلا جانا

نوشا بہ خود مطلب، خود غرض، تو نے ایک عورت کی محبت تو دیکھ لی اب دیکھ کہ
یہ عورت تجھ سے کس طرح نفرت کرتی ہے۔

گانا

کہاں تھی میری قسمت جو تو نیک کار ہوتا + نہ کسی کا دل دکھاتا نہ حفا شعار ہوتا
تو ستم سے درگدونا میں تھی یہ جان دینی + تیرے دل میں رحم ہوتا میرے دل میں پیار ہوتا
نہ کہ اتنی فز پرستی رہے بے ثبات سچی + کہ درودہ زندگی پر نہیں اعتبار ہوتا
جو ہو شوق کار احسن تو ہو دستار احسن
کہ اسید دار احسن کو ہے انخوار ہوتا

پودہ پیسرا

باب دوسرا

مکان حسینہ

مخصوصیت :- سلیم صاحب آپ کے نام ایک پارسل آیا ہے باہر دو قالی سر پر لٹے کھڑے ہیں
اگر حکم ہو تو زور لگاؤں اندر تک اٹھالاؤں۔

حسینہ :- ایک پارسل دو قلی ؟ پھر پارسل کا ہے کو گدھے کا بوجھ ہوگا سخت جرت
 ہے خدا با، کوئی اپنا نہ پرایا پھر یہ پارسل کہاں سے آیا ؟
 (جھنجھٹ کا حماقت بگیا تو تھیلے میں پھر کراٹھانا مگر حماقت کا بیج سے
 نکل پڑنا پھر سے تھیلے میں ڈال کر لانا حماقت کی تھیلے سے آواز آنا)
 حماقت :- میں میں

حسینہ :- جھنجھٹ یہ پارسل میں سے آواز آتی ہے ۔
 حماقت :- یکم صاحبہ اس میں پہاڑی اتو بند ہے ۔

حسینہ :- الود ؟

جھنجھٹ :- ہاں ہاں دیکھیے نا پر ردا تو گناٹھا ہے (تھیلے کو اس انداز میں حماقت کا
 بیرونی کی حالت میں جینے پوسے یا نہر آنا ۔

حسینہ :- اچھا ذرا ٹھہر جا میں اہل کہ کہتے ہیں ہاتھ رکھ کر رکھتی ہو کہ نہ کھیرا اس
 دانش آگئی ہے یا نہیں ۔

حسینہ کا منہ پر ہاتھ رکھنا حماقت کا بوجھ لینا حسینہ کا جاک جانا

حماقت :- (اٹھنے سوئے) جی کیا، سوئے تیرے کی ٹھلی گئی ؟
 جھنجھٹ ابھی چلی گئی تو بائے دو، میں ابھی بلا کر لاتا ہوں مگر سچ کہے کیے
 انگریزی قاعدے سے بلایا ہے ۔

حماقت :- ہاں بار قاعدہ تو دلاتی ہے مگر جو تمہاں بہت کھانا پڑی ۔

جھنجھٹ :- اچی اس کی کیا پرواہ ہے ۔

سو جوتے کے کم رتبہ عالی نہیں ہوتا + عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی میں ہوتا

(حسینہ اور سلیم کا قہقہہ کر باتیں کرتے ہوئے نظر آنا)

حسینہ :- دیکھو سارے سلیم یہ تمہارے باپ نے کیا ڈھونڈ پھیلانے، یوں نہ آسکے
 تو پارسل بن کر آئے ۔

سلیم :- چاری حسینہ تم پہلے کی طرح ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں

یہ ایک نیا نمبر دکھاتا ہوں

دعا کا پتہ ہے تم آگے میری جان تھارے مدد تے، باب نمبر
زبان میری بھی جاتی ہے آپ کے لئے جان
تھاقتا، اور سے اور سے اور کی طرح وہ رنگی بھٹیاریں دلجہ دھوئی کے لئے
رہائی تھیں

باب وہ کیا فرماتی تھی۔

تھاقتا، کھڑے سے مرے کوئی نکلنے نہیں پایا + آفاق میں پھر جہتی نام ہے میرا
کون دوست سے کسی ملائی

تھاقتا، داہ داہ اچھی تک ملائی

تھاقتا، اب ملدی تھی کو بلوانا چاہئے اور کاح پڑھوانا چاہئے ایسا ہو کر پھر
سچ ہی گراؤ پڑ جائے۔

گانا

تھاقتا، جہاں دولہا رہیں میں نثار، سوئے کھوسٹ پر میں ہوں نثار

تھاقتا، تیری میری جوڑی بنی مرید اور

تھاقتا، اندھوں کا فی جوڑی غمزدار

تھاقتا، دولہا بنوں گا کھڑے چڑھوں گا اب نہ کرو تکرار

تھاقتا، گئے بائے دلاوے، بندے سنگا دے ساری دلاوے چار کے ساتھ

تھاقتا، بے سنگا دوں، بندے بھی لا دوں جوتا گھٹا دوں سوئی سے

ابھی جاؤں ابھی لاؤں شادی کا کروا قرار

تیری میری جوڑی

(سلیس کا دیو کی شکل میں آتا)

کہ جس کا نام

تھاقتا، اب نہیں ہوں یہ میرا دلدار

سلیم نے خبردارا بہ شمار

حافظ :- او باب سے یہ کیا بابا چھڑاؤ سیرا کلا

سلیم :- چپ اگر ذرا بھی شر کیا تو کیا کھا جاؤں گا۔

حافظ :- اسے بابا کھاؤ یا چھاؤ مگر اپنا نام تو بتاؤ۔

سلیم :- تو یہاں کیا کرنے آیا تھا

حافظ :- جرتیاں کھانے آیا تھا اور کیا کرنے آیا تھا

سلیم :- بول نہیں تو تیری جان لوں گا۔

حافظ :- اسے کھائی جان کیوں لیتا ہے میں اپنی بوی کا اکلوتا ایک ہی سیان ہوں

اگر میں مرجاؤں گا تو وہ یتیم چھڑ جائے گی۔

سلیم :- بی بی اے بی لسی؟ تو حسینہ سے شادی کرینے آیا تھا۔

حافظ :- ارے قومہ تو بہ اسی چھوٹ بولنے سے تم آدمی جیسے ہوت بن گئے۔

حسینہ سے ملنے آیا تھا ملنے۔

سلیم :- بھانوزے یہ کاؤز اور لکے کہ حسینہ میری ماں ہے۔

حافظ :- کیوں؟

سلیم اسکی گردن دباتا ہے

سلیم پس چپ لکھ سیدھے ہے

حافظ اٹھا بابا

سلیم کیا لکھا؟

حافظ حسینہ میری ماں ہے

سلیم اے تیری بہن میری لکھ

حافظ ارے یار تیری میری سب ایک ہی ہے

سلیم پس چپ لکھ سیدھے سیدھے

حافظ اٹھا بابا

سلیم: کیا لکھا؟

حافظ: حسینہ میری ماں ہے

سلیم: اچھا لکھ حسینہ تیری بیٹی ہے

حافظ: ارے کھائی میری بیٹی کے بدلے میرے مسسرے کی بیٹی لکھوں تو نہ جینے لکھ

سلیم: بس چپ کر سیدھے سیدھے لکھ

حافظ: اچھا بابا

سلیم: کیوں نہیں لکھا

حافظ: حسینہ میری بیٹی ہے

سلیم: اچھا کان پکڑ کر پانچ بار اٹھ بیٹھ کر

حافظ: تو ایک مرتبہ پانچ جوتیاں کھائیں اب پانچ دفعا کھٹنے سمیٹنے کی تربت

آئی ارے کھائی اس سے حصول

سلیم: سارا حصول

حافظ: یہ کس وقت زندگی میں بڑا پاچی شخص ہو گا۔ ایک، دو، تین

سلیم: ہیں پچھ کوں کیا۔

حافظ: ارے بابا ذرا دم تو لیجئے دے

سلیم: چلو اب ایک سے شروع کرو

حافظ: لورہ ایک حسینہ کا کھائی نکلا۔ اچھا بابا ایک دو تین چار پانچ

سلیم: اب کے تو نہ آئے گا؟

حافظ: ہنس بابا یہاں سے جاؤں گا تو تیرے نام کا ایک بکرا بھینٹ پڑھاؤں گا

بہت تیرا بابا پڑھاؤں

(سرزادہ طاقت بیک کا جانا)

(سب کا ہنسنا)

حسینہ: آجے تو بڑے سیاں کی خوب گت بنائی پہلے سے بھی زیادہ گت بنائی۔

سلیم :- ارے آج تو ایسی گت ہوئی کہ مرنے مر جائیں گے پر جب یاد آئے گی تو اپنی
ہو تو فی ہر تو شرمائیں گے۔

جھنجھٹ :- (اپنے سے کہنا) اب ذرا سلیم کو بھی سہیلی میں جاند دکھاؤں (ظاہر میں)
اجی وہ کیا شرمائیں گے۔ آئیں گے اور سیویں وقت آئیں گے عادت ہو تو دھو
دھوا جائے برعلیت کہاں سے جائے ؟

سلیم :- نہیں نہیں اب کبھی نہ آئیں گے۔
جھنجھٹ :- آپ کو یقین نہ ہو تو بیگم صاحبہ کی طرف سے ایک رقعہ بھجوائیے پھر دیکھئے
وہ آتے ہیں یا شرماتے ہیں۔

حسینہ :- ہاں پیارے جھنجھٹ کا خیال سچ ہے تم میری طرف سے ایک رقعہ لے کر جاؤ
سلیم :- ارے برتم دونوں مل کر کیا مجھے بوقوف بناتے ہو جان بوجھ کر باپ کی بیٹے سے
دلالی کراتے ہو۔

حسینہ دلالی ؟ پیارے اگر میں دلالی کسی ؟ رہنمائی ہے نہیں میری قسم ابھی جانا
رہنمائی :- نہیں ابھی تو مجھے بے قصور ناصر الدولہ کا پتہ لگانا ہے۔
جھنجھٹ :- جناب جب آپ اور سب اکٹھے بے قصور بناتے ہیں تو پھر انکی رہائی کی
نہ برکیوں نہیں بتاتے ہیں اگر آپ سے نہ ہو تو بندے کو بھی لیجئے رمانہ پھر دیکھئے
کسی کرتا ہوں گھات۔

سلیم :- ارے ہو تو فیریرے جیسے آدمی کا کام نہیں
جھنجھٹ :- اجی آپ چلئے تو ہی۔
سلیم :- اچھا آؤ۔

پیرہ چوٹھا

باب دوسرا

(سیدان جنگ کی پہاڑیاں)

(مہر جس کا کالت پریشانی اپنے بیٹے کے ساتھ آتا)

اور زبان تو کیوں بول جاتی اور جان تو کیوں نکل جاتی
 رستم ناصر الدولہ کا لکھا ہوا وصیت نامہ مرہ جبین کو دیتا ہے

مرہ جبین ہا خدا پڑھنا

مبارک ہوا کا جھوکا برف کی طرح جم جائے، نظام شمسی میں ستاروں کی رفتار ختم جائے
 زمیں یورپ سے کھم کی طرح چلنے لگے آفتاب دن کے بدلے رات کو نکلنے لگے۔ مگر جو
 رہ گیا اس کا زندہ ہونا دشوار ہے لہذا اب تم بھی غم دور کرو اور رستم جنگ کو اپنے بچے کا پدر
 یعنی شوہر منظر کرو۔

شوہر..... شوہر..... یہ کیا پڑھ رہی تھی.....

رستم۔ وصیت مرحوم شاہ کی وصیت

مرہ جبین :- وصیت ؟ اور بے محبت تو کیا اس جلی وصیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے

رستم :- رستم اپنے آقا کو دیا ہوا قول بھانا چاہتا ہے۔

مرہ جبین :- رستم ؟ کیا یہی رستم، بول بول کیا یہی رستم ؟

رستم :- ہاں ہاں یہی رستم۔

مرہ جبین :- آہ بہار کنا تجھ میں اتنے پتھر نہیں جو اس پر برسا دے اور جہنم کیا تجھ میں اتنی

آگ نہیں جو اسکی زبان جلا دے

رستم :- ہاں ہاں جلا دو جلا دو اگرچہ میری زبان نے میرے دل کو یہ بات سکھائی ہو تو

جلا دو، خاک میں ملا دو

مرہ جبین :- او بے تصور شہید تیری موت کا سبب اب میری تجھ میں کیا یہ بیشک تو نے اسکو

فریب میں چھپا دیا جس جنگیز سے پوری فوج کا نتیجہ تھی اس سے تو نے میرے خاوند کو

اکیلے لڑایا۔ وہ دلیر تھا وہ شیر تھا وہ لڑا اہمت سے لڑا وہ گرا زمین پر گرا مگر اور

دوسرا تو نے اس کی جان نہ بچا کی اور اس جلی وصیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے

سری زندگی کو خاک میں ملائی

رستم :- بے دیکھے الزام نہ دے اور نا منصف عورت اتنا الزام نہ دے
 اکبر و زینر فلک خون بہانے میں نہیں + باد فانی کی کوئی قدر زمانے میں نہیں
 رہیں :- باد فناء جھوٹا سکارا اگر تجھے جیسے پانی نہ ناکار کو باد فناء نہیں گے تو اس جان
 کو کیا نہیں گے۔

جان جنت میں کئی پردہ جان پہ کاروں میں بھی + ہاتھ قہقہے پر پڑے اور قہقہے تلواروں میں
 رکھے برقعوں و پسینہ جیادوں میں بھی + بول تو ہی کون اپنے آج غم تلواروں میں
 تو وفاداروں میں ہے یا یہ وفاداروں میں نہیں

رستم :- اگر یہ بے قصور رستم ترا گنہگار ہے تو بے تلوار
 جھونک دے دل میں لے کے سینے سے + باز آ یا میں ایسے جینے سے
 مر جیوں :- میں نہیں جی جی، اپنی زندگی کا انجام دیکھنے کے لیے جی۔
 میں تجھے شوہر کے نام سے پکاروں اور سربا کی تجھے باپ کے نام سے پکاروں
 اس کے پہلے میرے سینے سے قاتل نہ پڑی کر ہمیشہ کے لیے مرنے کا اور پھر سربا کی
 بخیر ہو گا۔

(رستم جی کا جانا مگر تر تو بھول جانا)
 (سباہوں کا داخل ہونا)

سباہی :- جان پناہ آج تک جو شہریم نے سنی سنانی سنی وہ ملو سنی۔ ابھی ابھی میں
 شہنشاہ چنگیز کے سپاہی سے یہ خبر پائی کہ شاہ نے جان نہیں گنوائی
 رستم :- تو کیا شاہ مارا نہیں گیا؟
 سباہی :- جی نہیں ہم غریبوں کا سہارا نہیں کیا ابھی تک فضل کردگار ہے شہنشاہ چنگیز
 کے ہاتھوں گرفتار ہے۔

رستم :- او خدا او خدا تو عجیب ہے ترا کام بے عیب ہے تو ہی اس گناہ کی پٹہ
 سے بدنامی کا داغ مٹاتا ہے تو ہی دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھاتا ہے

بس اب جان جائے یا نشان جائے حیات ہو یا وفات ہو شاہ ناصر کو چھڑاؤں گا
 اسی کے منہ سے اپنی بے گناہی کی گواہی دلاؤں گا مہ حبیب کے دل سے شک اور اپنے
 سر سے بدنامی کا داغ مٹاؤں گا۔

(رستم اور پاپیوں کا چلا جانا اور چنگیزی پاپیوں کو آنا)
 پاپی ۱۔ چلتے چلتے پروں میں جان نہیں مگر اب تک منزل کا نشان نہیں۔
 پاپی ۲۔ بھائی بھتیجے پہاڑی راتے ہوئے ہیں ان میں یہی دشواری ہوتی ہے کہ راہ جاتی
 بھی بھاری ہوتی ہے۔

دفر کی طرف تعجب سے دیکھ کر اکاسیاں تم نے اسے پہچانا۔

پاپی ۱۔ نہیں نہیں میں نے ابھی تک نہیں جانا۔
 پاپی ۲۔ اجو یہ تو شہنشاہ چنگیز کے لئے خدا نے تحفہ بھیجا ہے ان کے دشمن جانی کا کلیجہ
 پاپی ۳۔ کون؟ ناصر کا بکر بند۔

پاپی ۴۔ ان ملک کا فرزند جلو و نا انعام لیتا ہے تو اسے بے پلو شاہ کو زندہ
 گزاریں گے باپ کے ساتھ بیٹے کی بھی گردن ماریں گے۔ (دونوں پاپیوں کا
 فر کو اٹھا کرے جانا)

فر۔ امی جان

پاپی ۵۔ چپ شیطان

(دوبارہ مہ حبیب کا آنا)

مہ حبیب۔ فر فر! کہا میں تجھ سے بھر گئی مانگ کے ساتھ کو کھ بھی اڑ گئی کیا ایک
 دل دو داغ ہائے دو داغ۔

گیت نن کو بھائے پیتم۔ درشن دکھائے پیتم۔ تم بن سورے سنو یا مہری چلی عمر باطلہ کی نوکھیا۔

بر باطلے پیتم اب تک نہ آئے پیتم۔ نن کو
 گنس چھوٹ سبائیں سگری بھگت ڈگری ڈگری

مہربان ہوں کون نگری کون دس چھائے پیتم

۱۱۱
(مرحبی کا روتے ہوئے چلے جانا)
مسکین خستہ

باب دوسرا

پردہ پانچواں

راستہ

تیرے کارخانہ قدرت میں کوئی دم مار نہیں سکتا
تیری حکمت کبریا کی کو کوئی جان نہیں سکتا
تو ہی بے گناہوں کا مددگار ہے
تو ہی مفلسوں کا پالنے والا ہے
کشتی نوح کو طوفان سے بچایا تو نے
آگ نمرود کو گلزار بنایا تو نے
میں بھی اک بندہ گنہگار ہوں رب پاک ذات
و محنت تیری بڑی بنے دے بدنامی سے خجاست
رستم :- اے خداوند دو تہاں پیدا کنندہ زمین و آسمان عجب تیرا قدرت
ہے پروردگار عجب تیری حکمت ہے کردگار اگر رستم کو کچھ امید ہے تو
تیری ہی ذات سے ہے ۔

امید وہ ہے جو شہروں کا کام لیتی ہے امید وہ ہے جو گرتوں کو مقام لیتی ہے
اونادان عورت تو نے تجھے رتھوٹا الزام لگایا خطا دار چھڑایا رساڑا میر
دیکھ کر، میں یہ کون؟ کوئی نیک انسان یا چنگیزی فوج کے شیطان
وسلم اور جھٹ کا آتے ہوئے دکھائی دینا اور رستم کا چھپ جانا
وسلم :- پس میرا معزز نہ خیر افضل باتیں نہ بنا۔ اتنی سی جان گز بھر کی زبان، نادان
چھڑانے کا یہ راستہ نہیں ہے۔
جھٹ :- جناب میرے قدر پر نہ جائیے میں جتنا چھوٹا ہوں اتنا ہی کھوٹا ہوں دیکھنے

مکتروں مگر عقلمندی میں آپ سے کبھی بہتر ہوں۔

سلیم :- بے وقوف ناصر الدولہ کو چھڑانا کوئی آسان کام نہیں جانا۔

رستم :- ناصر الدولہ پر تو سیرے آقا کا فوکر ہے۔

سلیم :- دیوانے جب تک کوئی بہادر شخص دلاور کاری مدد پر آمادہ نہ ہو تب تک اس کام

کا ارادہ نہ ہو۔

چھٹ :- پھر ایسے شخص کا ملنا دشوار ہے

(رستم کا سامنے آنا)

رستم :- تیار ہے تیار ہے اے نیکی کے فرشتے جیسا تم چاہتے ہو وہاں ہی شخص بھی

تمہاری مدد کے لئے تیار ہے۔

اس قدر ظالمے چنگیز کے ہزار ہوں میں ساتھ کیا جانے لگے دینے کو تیار ہوں میں

بات میری جو نہ باور ہو تو شہتہ ہے لو شاہد انسان کے عوض چاہو فرشتہ لے لو

اے بہادر اگرچہ میں ایک شخص پر ایمانوں مگر جس کی تم جان بچانا چاہتے ہو اس کی

کی وفادار رعایا ہوں۔

چھٹ :- میان سلیم اگرچہ برا ایک اجنبی شخص ہے مگر جو کچھ اس کا بیان ہے وہ قابل

اطمینان ہے۔

سلیم :- اجنبی شخص! اگرچہ ایک غیر شخص کو شریک کرتے ہوئے طبیعت چھٹکتی ہے

مگر تمہارے بیان سے سنائی چلتی ہے۔ خیر تم اور ہم ایک ٹھکانے سمجھ کر رہائی

کا نقشہ جمائیں پھر اس کام میں ہاتھ ڈالیں۔

(دینوں کا جانا)

سین ختم

پروہ چھٹا

باب دوسرا جیل خانہ

(دو پاسبانوں کا ادنگھنے ہوئے نظر آنا)

سیاہی ۱۷۔ کھائی شیرخان

سیاہی ۱۸۔ ماں کھائی دلیرخان

دلیر۔ رات کتنی گئی ہوگی۔

شیر۔ یہی کوئی بارہ بجے ہوں گے (حفاظت بگ کا گشت کرتے ہوئے آنا)
حفاظت۔۔۔ نوشتیارباش خبردارباش جاگتے رہو سونے سے کھاگتے رہو۔

دلیر (سیاہی) کون؟ اوہ مرزا صاحب آپ

حفاظت۔۔۔ کون؟ خان صاحب آج آپ کا پیرہ جل جانے پر

دلیر۔۔۔ ماں کھائی ماں کہو آپ کہاں سے آتے ہیں اور کیسے ہیں؟

حفاظت۔۔۔ کیا پوچھتے ہو یا رکھیا ہوں جیسا تم دیکھتے ہو دلہا ہوں دن بھر نو دربار میں

حاضری دی اب شام سے فوج کی گشت کر رہا ہوں چلا آیا کر رہا ہوں۔

دلیر۔ ارے کھائی ماں سیرا بھی تو یہی حال ہے کہ دیکھتے سب لوگ سو رہے ہیں اور

ہم جاگ کر اس کمبخت ناصر الدولہ کی قسمت کو رو رہے ہیں۔

حفاظت۔۔۔ اے جاگتا کہاں تو، تو سوتا ہے اٹھ کر بیٹھے دایہ نوکری کرنے آیا ہے یا

بادشاہی۔ گویا قید خانہ کے باوا کا مکان ہے پیرہ دینے آئے سو رہے ہیں پاؤں

بھیلائے۔

سیاہی ۱۹۔ ارے ٹھہرا بے ہوش کیوں جگاتا ہے، وقت یہاں کون دیکھنے آتا ہے

حفاظت۔۔۔ تو کیا تم یہاں سونے آئے۔

سیاہی ۲۰۔ نہیں تو کیا تمہارے باپ کے نام رونے آئے۔

حفاظت۔۔۔ اٹھ یا راکھ اگر سوتا ہے تو بڑا قبرستان پوچھنا ہوا چلا جا، دیکھ یا رونیا

میں جاگے گا تو قبر میں آرام سے نیند آئے گی نہیں تو دباں جاگتے جاگتے مصیبت

آجائے گی کیوں کسی کہی سوتا ہے۔ اٹھ بے کیوں کسی کہی

سیاہی ۲۱۔ کیا ہے؟

حفاظت۔۔۔ ہوا بے وقوف کہیں کا اٹھ، کھڑا ہو با میں پوچھتا ہوں تم یا چھپو سواروں میں

داخل ہو گئے مگر کچھ قواعد بھی یاد ہے؟
 دیر کیا کیا قواعد؟ کس چڑیا کا نام ہے قواعد تو میں نہیں جانتا ہوں اس کے معنی جاؤ
 یا کوئی مثال دے کر سمجھاؤ۔

حافظ :- اچھا قواعد سے کھڑے سو جاؤ اور یوں دیکھو بندوں لگاؤ
 دھڑ دھڑ (چلنا) رپ رپ رپ رپ (سیاہی سے)
 ادبِ حصال - حبیب سے ہاتھ تو کال

سیاہی :- تو کیا ہاتھ کال کر کرہ پاؤں ڈال دوں
 حافظ :- ارے ادبِ دم کے اونٹ یہ حبیب ہے یا انگریزی بڑی، بوں نہیں بوں
 کھڑا ہو جا... ہا۔

(سیاہی پیچھے سے چپ مارتا ہے)

سیاہی :- میرا ہاتھ تو الیا ہی ہے۔
 سیاہی :- ادب سے ہاتھ کو تو دو گھنٹے سے لہو مار گیا
 حافظ :- تو یہ تھا کس کا ہاتھ بیوہ کیا یہاں شیطان کن کو در
 سیاہی :- دیکھئے دیکھئے وہ کتنے چڑاتا ہے (جیسے ہی مارتا ہے وہ چپ مارتا ہے)
 حافظ :- جاؤ جاؤ تم سکھتے نہیں۔ سوے بوقت تم نہیں نہ کھد کے چلو پہرہ دینا
 شرع کر دو۔ موشیار باش۔ خبردار باش۔

سیاہی :- کھربار کھربار و گھڑی یاروں بی دل بہانا پھر چلے جاؤ
 حافظ :- اچھا تو پھر کھانے پینے کا کرو ٹھکانا
 سیاہی :- کھانے کا تو نہیں۔

حافظ :- کھانے کا تو نہیں؟ علیکم السلام
 سیاہی :- کھانے کا نہیں تو پینے کا تو ہے۔
 حافظ :- پینے کا کیا؟ برانڈی۔

سیاہی :- نہیں دیکھو

حالت :- اس کی یا اس کی

پاؤں کی اس کی نہیں دیکھی

حالت :- اچھا یا رستہ کی

پاؤں :- ہاں مرزا صاحب ہاں وہ کیسا جو تم کا یا کرتے تھے پیٹ میں جھپٹ

شراب کے پیٹ میں

حالت :- ہاں ہاں وہ وہ

اسی ہوں گا اٹھ کر کھڑے ہونا اور حالت کا گانا سب کا شراب پیتے ہوئے

نظر آتا

گانا :- میری جانی شراب، ارغوانی شراب آج تجھے ڈالوں پیٹ میں

جی میرا یا تیری لپیٹ میں فونٹے لپٹے رکھا کر لپیٹ میں تجھے کو ہوں

کالیہینٹ میں

یاروں خدا سمجھ کر دے منے میں ہوں + شیشے میں سے بے صدا کر دیں منے میں
یوں کہتے ہیں رازِ حاکمات بگ بگ بھائی + گزرتے کے پی بار نہ ہو پاس میں پانی

میری جانی شراب، ارغوانی شراب

(جھپٹ کا عیس بدل کر آتا)

جھپٹ :- کون حالت ہلک میں تو تجھ جیسا کسی اور کو چھپاتا ہو گا لیا خبری کر دیا
بھی ای آتو کو پاگل بنانا ہو گا

دکانے کی آواز آتا

حالت :- یار میرے عینٹ کے گانے پر یہ خبر واٹر کون گانا ہے ... بار یہ
تو کوئی رند ہی ہے کسی شند ہی دھڑکی آتی ہے

گانا

جھپٹ :- مرزا دیتے ہیں یار، ترے بال گھونگھروالے

میری دل سے آہ، جانتا تھا وہ رشک ماہ دیکھا دشمن کے ہمراہ

دونوں ہاتھ گلے میں ڈالے

پہلے تھی مجھ سے تکرار اب تو کیوں کرتا ہے پیارا اب تو تیری طرف سے پار
میرے دل میں بڑ گئے تھپائے

تیری بھوئی میں شمشیر، تیری چتون ہے یا تیرا تیری آنکھیں بتا بے پر
جیسے نہر بھرے دو پیالے

کوئی دم کامیوں جہان، ایک نظر ادھر بھی جان تیری آنکھوں کے قربان
اور سنبھلے پھر کے جانے والے

حافظ :- اے حسینہ زمانہ بندگی قبول فرماتا کہنے کہنے دونوں سے ہوا ہے اس تیرا اکا
تھجھٹ :- اچی آئے ہوئے نو چند روز ہوئے ہیں کیا اسے مسافر خانہ کہتے ہیں ؟
حافظ :- جی ہاں یہ مسافر خانہ ہے اس میں چودہ چودہ برس کے یہ دو مسافر رہتے ہیں
سایا ہی :- کیا آپ بھی یہیں ٹھہریں گے ؟
تھجھٹ :- جی

حافظ :- واہ رے برا جی میں تجھے تھلاؤں گا شکر لکھی
سایا :- اور کھی نہ ملے تو سٹی کاسٹل
حافظ :- چپ ہے نائے تجھے بھی سوچھنے لگی۔ ہوئی صاحبہ اچکا نام
تھجھٹ :- سبزی کا نام دل آرام
حافظ :- ابا بابا کیا پیارا نام ہے دل آرام، آپ کا مکان ؟
تھجھٹ :- دل کی کوٹھی حکر کا دارالان
حافظ :- واہ کیا خوب کیا خوب مگر آپ کیا کرتی ہو ہمیشہ
تھجھٹ :- ایمان کی جڑ یا لٹرتی ہوں ہمیشہ
حافظ :- واہ کیا کہنے، جی صاحبہ آپ کے پاس وہ چیز ہے
تھجھٹ :- وہ کیا

حافظ :- وہ بے دادیش بوسین الف زبر سا

جھنجھٹ :- کیا بھوسا، کسی بیٹے کی دکان پر آتا ہوگا یہاں تو ملتا ہے لات اور گھوسہ
 حاکم :- دل آراو آپ نہیں سمجھیں اشارہ بھوسا نہیں بوسا، ادھو باتری ادا
 جھنجھٹ :- میں ذرا سیٹ کے لٹریے رہو (حاکم بوسہ لیتا ہے) اجی سنبھلے رہو۔
 کوئی دیکھ لے گا۔

حاکم :- اجی کون دیکھ لے گا تم اپنی آنکھیں بند کر لو سمجھ لینا یہ دونوں اندھے
 ہو گئے۔

اجی آپ کا گال میرے ہونٹوں کو اشارے سے بلاتا ہے ملنے دو ملنے دو

سیاہی :- اے اے تو میں بھی اندھا ہوں

حاکم :- اندھا نہیں ہے تو میں آنکھوں کو پھڑکراؤ اندھا بنادوں گا اے اب
 سنبھل اب کہیں ادھر نظر نہ ڈالنا۔

سیاہی :- ہاں جی صاحب کوئی چیز سنا ہے

جھنجھٹ :- اجی قربان جاؤں ایک چیز کیا دس چیز سناؤں مگر کچھ سرور چڑھتا رہے
 تو ہندی کا کبھی ہی بڑھتا رہے۔

سیاہی :- مگر ہے کہاں

جھنجھٹ :- نہیں ہے ؟ تو میں ابھی لاتی ہوں

حاکم :- لاتی ہے۔

(جھنجھٹ خود سے اب شراب میں دھتورا ملا کر ان سب کو اٹو بٹاتا ہوں)

اور شاہ ناصر الدولہ کو قہر آتا ہوں)

جھنجھٹ :- اجی بڑا در جان سلمہ ستارے کی انگلیا

گال میں لائی کان میں بالی میں تو مینوں کی پیارے کی انگلیا

مورے درزی نے انگلیا بگاڑی مجھے لا دو بنا دس کی ساڑھی

لا دو سو ہے کافی کناری کی انگلیا اپنے سیاں کی بالی سے بھولی میں مینوں کی ریم کی

جس پر اٹھ بوسہ لگا اسی پر لاتی ہمارے کی انگلیا۔ اجی بڑا در۔۔۔۔۔

حاجت :- کہوں گی صاحب پھر نو دہی گانا سنانا میرے چہرے پر سیاہی ہو گئی ہے
 ساتھ اور پھر گانا مجھے منگو اور وہاں بلاؤ شخص کی ہنڈیا۔
 چھٹی :- چلو سب ہے پیٹے کیا نشہ ہو گیا۔

سیاہی :- کون کہتا ہے نشہ ہو گیا۔
 چھٹی :- تو تو بہ کرے نا جاؤ دُرا مجھے جل خانے کا سیر کراؤ

سیاہی :- اگر ساری کو سیر کراؤ

سیاہی :- پھر جاتیں سیر کرانا ہوں

حاجت :- میں نہیں سب سے پہلا نمبر میرا ہے۔

چھٹی :- اچی ٹو نہیں سب مل کر سیر کرانا مجھے کچھ بھاگ کے تھوڑی جانا ہے

میں مگر یہ کیا ہے ؟

حاجت :- یہ بھی ایک قسم کا قید خانہ ہے

چھٹی :- کیا اس میں بھی قیدی قید رہتے ہیں

حاجت :- جی ہاں

چھٹی :- اس کی ترکیب سمجھاؤ

حاجت :- اس کی ترکیب سمجھاؤں ؟ سمجھانا ہوں

سیاہی :- ایک باؤں اس میں رکھے

۲ دوسرا اس میں رکھے

حاجت :- تیسرا اس میں رکھے اور اوپر سے یہ رکھا چلو قیدی قید ہو گیا

چھٹی :- تو اس سے سنتیہ کیا ہوگا جب قیدی کے جی میں آئے گا اوپر کا تختہ

اٹھائے گا اور چلا جائے گا۔

حاجت :- بڑا نکلنے والا تو تو ال کا سال اس کے لئے بھی ہے ایک مصلحت

چھٹی :- وہ کیا ہے جناب والا

حاجت :- یہ لکھی اور نالا

تھنٹ :۔ اس کی ترکیب سمجھاؤ

حاجت :۔ اس کی ترکیب سمجھاؤں تائے کو کچی میں ڈالو جالی بھا کے نکالو، چلو تالا
پڑ گیا ہے قیدی حاکم اگیا چاہے پرے دار سو جائے مگر مچال ہے جو قیدی
زار سو جائے۔

تھنٹ :۔ واہ رے نجم دانائی خوب ندیر بتائی لو اب تم پرہ دو بندی ہوتی ہے
باد سوائی۔

حاجت :۔ پیاری سن تو سہی بات

دھنٹ :۔ گاہا ہوں کا سوراخوں میں پڑوا کر قید کرنا اور تالا بند کرنا
تائی جانا ہے سن کر رستم اور سلیم کا عجیب بیٹے ہیں۔

سلیم :۔ کون میرے والد سرداری وہ رے قسمت کی بددلی یہ کھت بھی پہنچ سکے
سر رانی۔

نامرہ :۔ کہوں عجبائی کس طرح میری ربائی کی تدبیر ہاتھ آئی
رستم :۔ عالی جاہ اس حاکم زیادہ گفتگو کا موقع نہیں آپ یہ سیاہ چوغہ پہن کر نکل جائیں
تھوڑی دیر میں بھی آتا ہوں اور سب حقیقت کہہ دیتا ہوں

ناصر الدولہ اور رستم کو جانا سلیم کا اصلی شکل میں آکر حاجت کر چکا ہے
حاجت :۔ دھنٹ سے پیاری کہاں لے جانی ہو دل آرام

تھنٹ :۔ دلچھانے خواری کا انجام

سین ختم

پردہ ساتواں

باب دوسرا محل

(مرزا حاجت بگ کا آنا)

حاجت :۔ اس کھنت نے مجھے شراب ملا کر بالکل بے ہوش کر دیا۔ جتنی قسمت کی

برائی ہے سب میرے ہی حصہ میں آئی ہے میں نے بھی محبت باد سوائی تقدیر پائی
 ہے کہ جب ہاتھ میں دانے آئے تو دبی سن دانے آئے یہ تو خبر ہوئی کہ میں ان
 دونوں راسخوں سے پیشہ غفلت کی نیند سے جاگا تو سرریاؤں رومہ لرکھا گا
 اب دیکھئے ان دونوں کے کیا حال ہوتے ہیں زندہ بنے ہیں یا حلال ہوتے ہیں
 نوکر :- حضور کوئی اجنبی شخص آپ سے ملنے آیا ہے
 حافت :- اچھا جاؤ حاضر کیا خبر کرنا کہیں کلو اسیر یا بھی تو نہیں آیا۔
 سلیم کا شکل بدل کر آنا

سلیم :- جناب سلیم
 حافت :- تسلیم تسلیم آپ کا اسم شریف
 سلیم :- جناب فدوی کو کہتے ہیں عبداللطیف اصل میں بندہ امیر زادہ ہے
 مگر ان دونوں دلالی کے بیٹے پر آمادہ ہے۔
 حافت :- امیر زادے ہو یا شیطان زادے مگر بولال؟
 سلیم :- جی ہاں جی ہاں میں دلال ہوں
 حافت :- دلال کہاں کے چلے کے؟
 سلیم :- تو بہ تو بہ کیا آپ بھی مجھ سے دل لگی کرتے ہیں؟
 حافت :- اچھی دل لگی کا ہے کی جب پیشہ ہے تو کیا اندیشہ ہے آپ کل کے
 امیروں کے رٹ کے اپنے ماں باپ کی لاکھوں کی کمائی ایک روپیہ کھانے والی
 چڑیا کھینانے میں گنواؤں جب نفلی نے گردن دباؤ تو بھیک مانگنے کی
 نوبت آئی جب بیٹ بھوکا اور حبیب ہوا خالی تو خریدار؟ چھوڑ کر
 کرنے لگے دلالی۔ کہوں کیسی کہی۔

سلیم :- اچھی کہی
 حافت :- تو یہ کہنے لگا چکا خاندانی پیشہ نہیں ہے پھر دلالی کرنے کا کیا سبب ہے؟
 سلیم :- جناب اصلی بات یہ ہے کہ مجھ میں اور میرے باپ میں عجب اتفاق ہوا

جس سے پر بندہ اس پیشے کا مشتاق ہوا

حماقت :- یعنی یعنی

ایم :- یعنی میرے باپ بھی آپ جیسے اس شخص ہیں آپ کو دکھایا گویا میرے باپ کو دکھایا۔

حماقت :- یہ ہیں ہم کلم کلمت کہ یا بیٹا بن کر کہیں جائداؤ میں تو حصہ نہیں لگانا چاہتا
سلیم :- واللہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی میرے باپ ہیں اگر اس وقت میری
آجائے تو وہ بھی اپنا شوہر سمجھے۔

حماقت :- یہ دیکھئے غریب کا تو کوئی باپ نہیں بنتا اور اس کے بیٹے کہہ
تیار ہیں اچھا ہے آگے

سلیم :- آگے یہ کہ نہیں جس شہر میں رہتا ہوں ایک سوداگر کی لڑکی بھی رہتی ہے
اور اس کی میری آشنائی ہے اتفاقاً ایسا ہوا کہ میرے باپ بھی اس پر
لکھ بیٹھے۔

حماقت :- یعنی یعنی

سلیم :- یعنی اس پر عاشق ہو بیٹھے۔

حماقت :- اپنے بیٹے کی بوی پر تو بہ تو بہ وہ تو اس کی بیٹی ہوئی بیٹی

سلیم :- جناب سنتے تو جانیے۔

حماقت :- ہاں فرمائیے۔

سلیم :- تو پھر میری معشوقہ نے بہ شرط پیش کی کہ تم سر جھکاؤ اور میں جو تیاں لگاؤں

میرے باپ نے بھی گردن جھکائی اور میری معشوقہ نے بھی تان تان کر جو
لگائیں کہ سر کے منہ سے بھی واہ واہ کی تعریف نکل آئی۔

حماقت :- کیا کہنے آپ کے باپ نے جو تو کھائی اور آپ نے تعریف فرمائی

سلیم :- تو جناب وہ تعریف میں نے اپنی طرف سے تھوڑے کی تھی وہ تو میرے باپ

نے جس ببادری سے جو تیاں لگوائیں اس کی تعریف تھی۔

حافظ :- آپ کا باپ بھی کوئی بڑا ہی بے وقوف ہو گا یاں جناب پھر؟
سلیم :- پھر یہ کہ اتنے میں اس کا باپ آگیا اور سرابا پ گھر آگیا۔

حافظ :- سنا تاں ہے پھر؟
سلیم :- پھر تو انھیں گھاگھر لہاری پہنا کر گھر سے دھتا بتا دیا
حافظ :- جناب تو پھر آپ کے باپ نے توبہ کر لی ہو گی؟
سلیم :- اچی توبہ کا ہے کی وہ تو گھر جا کر ایک نیا سوانگ لائے۔
حافظ :- معنی معنی۔

سلیم :- معنی میری بوی کے پاس پارسل بن کر آئے۔
حافظ :- ہیں میں کسبت کہیں چھپ کر سری فصاحت تو نہیں دیکھ لی پھر پھر؟
سلیم :- تو پھر جناب میں نے بھی نصرت بن کر اپنے باپ کی گردن دہانی اور ان
سے ہر شے لکھوائی اور کان بچا کر پانچ دفعہ انھیں بھی کرائی۔
حافظ :- ہیں ہیں خوب گت ہوئی نصرت کی لمبوں صاحب پھر تو آپ نے
انھیں پھر ڈر دیا؟

سلیم :- جی ہاں پھر ڈر دیا مگر وہی دن کے بعد میں اپنی عشوقہ کا خط لے کر
ان کے پاس گیا۔

حافظ :- کون؟ آپ گئے؟ اور پھر بھی آپ کے والد بزرگوار باز نہیں آئے
سلیم :- اچی بالکل نہیں

حافظ :- بہت سیری بوقوت کی سعادت کیجئے گا جناب اس وقت جی میں آتا
ہے کہ آپ کے باپ کے پاس جاؤں تو بوقوت کے منہ پر پانچ جوتے
لگاؤں بوقوت گدھا مچام کہیں کا ہاں جناب آپ اپنے باپ کے
پاس گئے تھے تو لباس کیا پہنے تھے لباس۔

سلیم :- یہی جو اس وقت پہنا ہے۔

حافظ :- جب تو بیشک بوقوت کو دن میں اونٹ بھی نہیں دکھائی دیتا ہوگا

سلیم :- ہاں مگر جناب میں آپ کی باتوں میں یہ کہنا عھول کیا کہ میں آپ کے پاس
کس غرض سے آیا ہوں۔

حماقت :- ہاں فرمائیے کیونکر آنا ہوا ؟

سلیم :- حسینہ نے آپ کے نام ایک خط بھجوا دیا ہے۔

حماقت :- کیا ؟ حسینہ نے میرے نام خط بھجوا دیا ہے ؟ لا جھاتی لا۔

(خط کا پڑھنا) میرے پیارے عاشق میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا اب تم
جلدی آؤ تم نے جو میرے ساتھ نکاح کا وعدہ کیا تھا اب میں تمہارے ساتھ
شادی کرنے کو تیار ہوں۔ جلدی آنا ورنہ کرنا مگر ایک کام کرنا اپنی اصلی
شکل میں نہ آنا تہتر کی شکل میں آنا تا کہ کوئی نہ پہچان سکے ساتھ نوکری
اور چھاڑو بھی لے آنا۔

الراحم آپ کی حسینہ

سلیم (ہے) آج تو نے بڑا احسان کیا ہے آج سے ہم تم بگڑی بدل جاتی
بن جاسی۔

سلیم (گھبرا کر) نہیں آتا۔

حماقت :- نہیں آتا ابے تو آدمی ہے ہاگھا فسلٹ کا ڈبہ

سلیم :- نہیں جناب آپ کی شکل میرے باپ سے ملتی جلتی ہے اس لئے

حماقت :- ملتی جلتی ہے اس لئے اے یار دلدار مجھے سخت ہوا بخار کہ سین شکار

میں غلہ لگا لینے کلو ابر کی لالفتی سے مجھے اتنے گھروالیں ہونا پڑا

اس روز سے اس قدر صدمے کا بار ہے کہ نو سو سیرہ ڈگری کا بخار ہے

کیوں کیسی کہی ؟

سلیم اچھی کہی۔

حماقت :- اس لئے حکم صاحب کی یہ رائے ہے کہ جب تک تمہاری شادی نہ ہوگی

تب تک اس بخار کا اثر نا دشوار ہے کیوں کیسی کہی ؟

سلیم :- اچھی کہی۔

حافظ :- اٹھ اچھی کہی کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔

سلیم :- دیکھو ادھر چھاڑو دوائے کا لباس پہن کر آتا نہیں تو اور کوئی آفت آجائے
 کلوایر دیکھ پائے تو مشکل ہوگی کیوں جناب اب کیسی کہی ؟

حافظ :- بری کہی خبر محبت کی خاطر چھاڑو والا تو کیا ٹھنکی والا بننے کو بھی تیار

ہوں خبر آپ جائے میں ابھی جاتا ہوں اور چھاڑو ٹوکر سے لیس سو کر ابھی
 آتا ہوں۔ یہ جناب آپ کے باپ پر مجھے بہت ہنسی آتی ہے کسوت کے

آئے بیٹے کو بھی نہ پسیا یا۔ کہو کیسی کہی

سلیم :- اچھی کہی۔

حافظ :- اچھی کہی اچھی کہی کر کے سری کرسی نہ اٹھائے جانا۔

(دو دنوں کا جانا)

(نخوت اور جھنجھٹ کا داخل ہونا)

نخوت :- ارے ہائے ہائے حسد تیرا سنا ناس ہو جائے اری اور شیطان کی

خالا تو نے میرے کھوے کھائے شوہر کو کس علت میں ڈالا جھنجھٹ سچ

مج بوڑھا روز سوانگ بناتا ہے۔

جھنجھٹ :- تو کیا سببہ جھوٹ سناتا ہے

نخوت :- خدا کرے وہ مرے اس کا چاہنے والا سرے۔

جھنجھٹ :- (خود سے) لو اور سنو ! اپنے بیٹے کو کوس رہی ہے۔

نخوت :- جھنجھٹ ! کیا حسد بالکل دیوانی ہو گئی ہے ؟

جھنجھٹ :- جی بالکل شیطان کی تابی ہو گئی ہے۔ کل ہی تو یا گل خانے سے

زنجیر توڑ کر کھائی ہے۔

نخوت :- اچھا میں جاتی ہوں۔ کچھوں کی حرامزادی کو۔

جھنجھٹ :- مگر سبک تم خالی ماتھے نہ جانا کوئی جوتا پرانا لے کر جانا۔

۔ تو کیا وہ مجھ سے لڑے گی؟ میں چوٹی کاٹ لوں گی مردار کی، اچھا
 خواست چل تو رہی دیکھا جانے گا۔
 جھنجھٹ :- ہاں ہاں چلو سب جمع خرچ حسینہ کے گھر وصول ہو جائے گا۔
 سین ختم

پردہ اکھواں

باب دوسرا

خواب گاہ

دھنگیز کا سوتے ہوئے نظر آتا خواب میں بڑ بڑانا
 چنگیز :- قتل خون موت اے عالمو مجھے جہنم میں نہ جھونکو۔
 (نو شاہ کا منہ میں نقاب ڈال کر باغی میں خنجر لے ہوئے آتا)
 نو شاہ :- اے دل نادان کھڑا ہے ضبط بہت کر اے آنکھ مت رو
 گریں ہی آنسو کا طوفان اور دم بھر گیا + یاد رکھنا تم کہ یہ دل خون ہو کر بہ گیا
 اے بہت مردانہ تھوڑی دیر کے لئے میری مدد کو آنا۔۔۔۔۔ آہ کیسی گہری مانند
 ہو گیا ہے زندگی سے بے خبر ہو گیا ہے آبا رہ شمع جو جل رہی ہے بجھا کر میں بھر
 روشن کر سکتی ہوں مگر اس کو بجھا کر پھر روشن نہیں کر سکتی۔
 دیکھ لوں گی کھر کے کچھ کو اے روشن چراغ + لیکن اس سے پہلے کروں روشن اپنے دل کے چراغ
 مگر نہیں۔ اس کا زندہ رہنا اچھا نہیں اے خنجر خون خوار کا خون پینے کے لئے
 تیار ہو جا اس مقام کی اندھیری رات تو، اور تاریک ہو جا اے ظالموں کی موت تو
 میری شریک ہو جا اف خون خون خون (آہٹ ہونے پر) کون؟ ہاں انوت
 سب نیند میں ہیں چل اے بہت مردان میری مدد آ۔۔۔۔۔ نہیں آخری بوسہ
 چل اے موت کے فرشتے اپنا کام کر د نو شاہ کا حملہ کرنے کی کوشش کرنا اور
 رستم کا ہاتھ پکڑ لینا)
 نو شاہ :- کون؟

رستم :- ایک انسان

نوٹا ہے :- اگر تو انسان ہے تو دیکھ یہ تیرا دشمن شیطان ہے سے
 ہوشیار ہو اب بڑھ کے ستمگر کا کام کر + دشمن تیرا ہے خواب میں قصہ تمام کر
 رستم :- یہ آپ کی زبان کیا کہتی ہے اس سینہ میں تو دل ہے کہ جس میں اپنی
 محبت رہتی ہے ۔

نوٹا ہے :- نہیں نہیں ظالم شوہر کی محبت دل میں نہیں آنکھوں میں رہتی ہے

رستم :- مگر اس برائی کا سبب صرف بے وفائی یا اور کوئی برائی ؟
 نوٹا ہے :- نہیں مخلوق کی بھلائی اگر دنیا والے میری قبر پر پھوکرے ماریں گے پھر
 بھی قیامت کے روز کہوں گی جو وفادار عورتیں ہوتی ہیں وہ اپنی اور
 اپنے پیارے کی جان لے کر دوسروں کی جان بچاتی ہیں ۔

رستم :- خیر جب دنیا کی بھلائی کے لئے دار و مدار ہے تو اس خونی کام کے لئے
 بہنا زک باکتہ نہیں بلکہ یہ حقیر کا ہاتھ درکار ہے جائے آپ اندر جائیے
 نوٹا ہے :- تمہارا قول میرے دل نشین کیونکر ہو

تمہاری بات کا مجھے کو یقین کیونکر ہو

رستم :- اے ملکہ ذی وقار، رستم جنگ کا اقرار

نوٹا ہے :- کوئی رستم بھائی، ناصر کا سپہ سالار بس جس مجھے اعتبار اعتبار سے
 کھرتے نہیں ہو تم کبھی اقرار سے اپنے + لو جاتی ہوں غفلت نہ کرو کام کے اپنے
 رستم :- انسانوں میں فرشتہ باغ میں گلاب کا پھول تمام جسم میں آنکھ، مبارک
 ہیں وہ انسان جو دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنی جان گنوا تے ہیں دوسروں
 کے گھر چراغ جلانے کے لئے اپنا گھر جلاتے ہیں ۔

یارب ! دو کام، مظلومیوں پر یہ نصیبت اور ظالموں کو یہ آرام بس اب
 اس کی زندگی میرے حرا لے ہے بس ایک ہی وار (سوج کر) نہیں نہیں ۔

(رستم کا جا کر جنگیز کے سینے پر سپر رکھ کر کہنا)

رستم :- اٹھ چنگیز اٹھ
چنگیز :- کون

رستم :- خبردار اگر ذرا بھی ہلا تو سمجھ رکھنا کہ ابھی خاک میں ملا رہا ہست بھوکے
چھری ہمیشہ کے لئے خاموش بنا دے گی۔ پھر تجھے گہری نیند میں سلا دے گی۔
چنگیز :- پیرہ گہر

رستم :- جب شرب پیرہ گیر کے آنے سے پہلے میرا ہاتھ چل جائے گا، میں
تو ڈھیر ہو جائے گا ایک دم میں روح پھڑکتی ہوگی جس کا رہنم ہے۔
چنگیز :- مگر اس گستاخی کا سبب؟ تو کون سے بے ادب؟
رستم :- تیری موت کا جام کیا نہیں بنا؟ رستم جنگ کا نام؟
چنگیز :- کون رستم جنگ آیا؟

رستم :- کہوں کیا خیال آیا جو بدن قہر اب اس کا نیتا ہے چنگیز تو تو خدا کے
خوف سے بھی نہیں ڈرنا تھا۔ اب کہوں موت کے خوف سے کانپتا ہے؟
چنگیز :- کیا تو میری جان لے گا؟

رستم :- کیا کہا؟
چنگیز :- کیا تو میری جان لے گا؟
رستم :- اگر ایک بات میرے حق میں نہ آئی تو تیری نیند روز شربت کھلے
نہ پاتی ہے

وہ بھڑبھڑے ہیں جو سوتوں پر وار کرتے ہیں

جو شیر ہیں وہ سگا کر شکار کرتے ہیں

(رستم کا خنجر پھینک دینا اور چنگیز کو چھوڑ دینا چنگیز کا اٹھ کر کہنا)

چنگیز :- حیرت عجیب رستم دشمن پر رحم

رستم :- حیرت کا کون سا مقام ہے رستم تو بہاؤوں کا ایک ادنیٰ کام ہے

ایمان یہی ان ہی شان ہی ہے + دنیا میں جواں مرد کی پہچان یہی ہے

چنگیز :- جب قتل کرنا منظور تھا تو یہ کہاں آنا کیا ضرور تھا
 رسم :- میں سمجھے تلوار و چھری سے مارنے نہیں آیا تھا بلکہ سرے حلق میں نصیبت
 کا زہر اتارنے آیا تھا۔

چنگیز :- اگر نصیبت سے ملک و دولت حصول ہو، تو کیا رہیں بلکہ ہزار بار
 قبول ہو سے

دور جب تک رہے انسان میں مکار رہے
 اس کی عزت ہے جو اس دہر میں زردار رہے
 رسم :- کم کثرت زردار تو وہی مہدور ہے کہ جس کے دل سے حرص و لالچ
 کوسوں دور ہے سے

وانائی عقل سے ہے سن و سال سے نہیں
 زردار دل سے ہوتا ہے کچھ مال سے نہیں
 چنگیز :- جب سکھیں نہیں ہم تو سکھانے سے فائدہ
 جب مانے نہیں ہم تو منانے سے فائدہ
 جاں تم نے میری بخشی ہے ذکر اس کا اب کرو
 مانگو جو مانگتا ہے جو مانگو طلب کرو
 رسم :- ماں مانگتا ہوں اگر تو دے سکے تو تجھ سے دو چیزیں مانگتا ہوں
 چنگیز :- اس کا کیا نام؟

رسم :- ظلم سے استخفاف یعنی رحم اور انصاف
 چنگیز :- ان کھوپڑیوں کی اس باغ میں برباس نہیں ہے
 ان دونوں میں کوئی بھی میرے پاس نہیں ہے
 رسم :- تو بے دل نہیں ہے بلکہ سوکھی ہوئی ڈالی ہے جو کھوپڑی و قفل سے خالی
 ہے اور اس پر حرص دو دن کا جینا اور اس پر یہ کہینہ، سٹی، تپانی سے بنا ہوا
 دل اور آگ سے بڑھ کر قاتل۔

چنگیز :- بس ہو چکا ہو چکا (نوشابہ کا آنا)

نوشابہ :- میں ہو چکا قتل و خون

چنگیز :- خون گس کا خون ؟

نوشابہ :- یہ ابھی تک زندہ ہے دغا و غا اور لعین مارا سستین تو نے مجھ سے
دغا نہیں کی بلکہ دینے دلش کے بھائیوں سے دغا کی، تو نے مجھ سے
دغا نہیں کی بلکہ اپنے شاہ ناصر سے دغا کی۔

چنگیز :- ہیں تو کیا ہوا تو ہی اس کو میرے قتل کے لئے یہاں لائی تھی۔
نوشابہ :- ہاں میں ہی ہاں میں ہی

رستم :- ارے تم اندر جاتی ہو یا حبت بڑھاتی ہو
نوشابہ :- تو کیا میں انکار کروں ؟ یہ چھری میری دی ہوئی نہیں ہے
رستم :- ارے جا جا گھر میں جا۔

نوشابہ :- گھر میں نہیں جاتا بلکہ قبر میں جانا ہے۔

چنگیز :- اف محبت میں آگ مانی میں لاگ سے

ایسی تو بدی راہ میں رہن نہیں کرتا + ڈالی سے سیر، سوم سے آہن نہیں کرتا
اچھے سے براہو کے یوں بدظن نہیں کرتا + وہ دار کیا تو نے جو دشمن نہیں کرتا
نوشابہ :- بد سیر بہ شرکال سیرے دار کا اتنا خیال ہے مگر اپنے دار کا کچھ خیال
نہ کیا جو سیکڑوں کا گلا حلال کیا ؟

بھیرے بھیری کو بھی اس طرح نہ کھاتے ہونگے + شیرانوں کو ایسے نہ چباتے ہونگے
بے گناہوں کو وہ دیتا دیتا تو دیتا ہے سزا + جو جہنم میں گنہگار نہ پاتے ہونگے
چنگیز :- اچھا ؟ اگر تو بھی دشمنوں کی ساتھی کیے تو پھر سیری جان کب سچی
جاتی ہے ؟

چنگیز نوشابہ کو مارنا چاہتا ہے رستم روکتا ہے

رستم :- خبردار

نوٹا بہ :- آہ جان، جان کیا چیز ہے ؟ ایک روز نکل جائے گی نہ گئی آج
 توکل جائے گی مگر اتنا ہی افسوس ہے کہ دنیا کو ترے عذاب سے
 چھڑانی تو خوشی سے تیری تلوار کھا کر مرنی ۔
 چنگیز :- ماں اگر میں جانتا کہ تو ہونا چڑھلی ہے تو اس بخرے کو جو ترے
 دل کی رگوں سے بنا ہوا تھا تو روٹنا کچھ کو اور تیری محبت کو ہمیشہ کیلئے
 چھوڑ دیتا ہے

رسم الفت کی زمانے سے اٹھا دی تو نے + دوستی کر کے تم گار و غادی تو نے
 سر سے پردہ تلک اک آگ لگا دی تو نے
 نوٹا بہ :- میں نے تو صرف ترے پر تک آگ لگا دی ہے مگر ترے جسم
 سے تو وہ خوف ناک آگ نکل رہی ہے جس سے جہنم بھی خوف
 کھاری ہے ۔

چنگیز :- ارے کوئی حاضر ہے ؟ لے جاؤ اس کے گوشت کو کاٹ کھاؤ،
 بڈی کو چھاؤ، خون کو چاٹ لو، اب اگر تاخیر ہوگی تو سمجھ رکھنا
 تمہاری زندگی بھی اخیر ہوگی ۔

رسم :- کیا وحشی ہے انسان کیا حیوان ہے ؟ اد چنگیز کیا انسان کے
 سینے کی چیز خون ہے، چنگیز سحاف کرا پیر پر رحم کر۔
 چنگیز :- نہیں سرگز نہیں ۔

نوٹا بہ :- تو چکی میرے دل کی آرزو پوری ہو چکی دنیا کو آخری سلام

(رسم کی طرف) اونا سمجھ سردار تجھے بھی سلام
 (چنگیز سے) اور تجھے بھی سلام اوفدا کے سچے گنہگار ۔
 نامے کی مرضی غم کی دوا میرے بعد + یا سیکھا ظلم و ستم کا تو مرا میرے بعد
 یاد دلائے گی تجھے میری دفا میرے بعد
 (سپاہیوں کا نوٹا بہ کو لے جاؤ)

میں جاتی ہوں مگر اتنا کہے جاتی ہوں کہ تو، بھی اس ظلم و ستم کا نتیجہ جلد ماریگا
 رستم :- او جنگیز، جنگیز سعات کر اس بے گنہ پر رحم کر
 جنگیز :- کبھی نہیں رستم میں دشمن سے لڑ سکتا ہوں شہر سے جھگڑ سکتا ہوں مگر دل
 کے ساتھ نہیں لڑ سکتا ہوں رستم تم نے میری جان کا بچاؤ کیا دشمنی میں
 دوستی کا یہ تاؤ کیا

رستم کے ہم بہم بس اسخوان دوست کی صورت + ملیں گے دشمنوں جسے رستم کی صورت
 رستم :- خیر! تو پہلے نو شاہ پر رحم کر جو میں بھی مان جاؤں گا تیرا دوست بن جاؤں گا
 جنگیز :- پھر میں تجھے پیسے بہاؤں تو بے اختیار دیکھتا ہوں چاہتا ہے اگر میرے ایک
 دشمن کی دی ہوئی تلوار ہے مگر سچی دوستی کی یادگار ہے بہاؤں کی کا انعام
 کس طرح دینا چاہیے میں جانتا ہوں

رستم :- اور کس طرح دوسروں کی قبول جاتا چاہیے وہ میں جانتا ہوں
 دس ماہوں کو قمر کو لئے ہوئے داخل ہونا

سہا ہی :- اے شہنشاہ دی چشم سے

شار کا رنگ ڈھنگ تو باد کچھ اکے ہم + اور ایک مردہ آتے ہوئے ساتھ لائے ہم
 یعنی ایک دشمن شاہی کو لائے ہم

جنگیز دشمن کو حاضر کر دو

رستم :- کون قمر؟

قمر :- چچا جان

جنگیز :- کون ناصر کا جاگ رہا ہے، کھنک و شیطان کے بچے کو دریا میں پھینک دو

رستم :- جنگیز اس بے گناہ کو ریا کر۔

جنگیز :- ہرگز نہیں لے جاؤ، لڑائی کے وقت اس کا سر کاٹ کر نیرے پر
 چڑھاؤں گا اور اس کی ماں کو فتح کی مبارکباد دے دینے جاؤں گا۔

رستم :- ات کسی بیدار دی کسی ناندری دیکھ دیکھ جو رستم کسی کے سامنے

آج تک نہیں جھکا وہ آج دکھ کے بوجھ سے ترے آگے جھکتا ہے معاف کر
اسے گناہ کو رہا کر

جنگیز :- سرگز نہیں لے جاؤ۔
رستم :- جنگیز میں تجھ سے بھیاں مانگتا ہوں بھیک
جنگیز :- کیا

رستم :- اس کی جان
جنگیز :- خلاف ارمان رستم کا جھپٹ کر قمر کو اٹھا لیتا اور تلوار نکال لیتا
رستم :- تو یہ تلوار تیری دی ہوئی نہیں ہے بلکہ خدا کی بخشی ہوئی عیسیٰ مدد ہے اور
بہ خصال لے اب سنبھال

دسپاہوں کا رستم کے ساتھ لڑنا
جنگیز :- سیری تلوار، سیری تلوار لیتا، بکرا مارنے نہ دینا
رستم کا لڑتے لڑتے بل پار کر جاتا بل پر کھلی کرنا بل کا ٹوٹ جاتا
اور رستم کا دوسری طرف کھڑے دکھائی دینا
ڈسراپ مسین

باب تیسرا محل ناصی الدین

پر وہ پہلا

دوسری حالت بہوشی میں نظر آتا اور سہیلیوں کا تسلی دینا
سہیلیوں کا گانا۔ اے من دھیر دھیر دھیر سخی، من دھیر دھیر دھیر سخی
دن رن جیت پیو جیتی
رود کے پھٹی چھیلے، تو ہے چین نہیں دن رن
تہا رنی زاری سوری پاری، اس من میں آنکھت ہے پر

دکھ ساگر سے پیاری تو ہے داتا لگائے ہے تیر
سہیلی میرا۔۔۔ دوی دن میں چاند سی صورت کہن میں آگئی
سہیلی اب۔۔۔ بہتا بہتا شاہ آگئے

۱۔۔۔ سج اٹھائے
۲۔۔۔ تیرے سر کی قسم
۳۔۔۔ شکر ہے لیکن ادھر نہ آنے دینا ان کے قدم
۴۔۔۔ گل سے ملنا کیا برا ہے بلبل بے برگ کا
۵۔۔۔ ایک بیک ملنے سے ڈرنا ہے شادی مرگ کا
نا صرف۔۔۔ کیا بہت ہی حالت تباہ ہے
۶۔۔۔ اب تو خدا پر نگاہ ہے
۷۔۔۔ آخر کچھ اسی کی وجہ بھی پائی
۸۔۔۔ آپ کا صدمہ اور غم کی جدائی
نا صرف۔۔۔ افسوس

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اٹھ نہی

چھوٹا دوسرے نام کو چھوڑ دو مری میرا مہر!

سہیلی نہ جی

۱۔۔۔ سیر قمر کہاں ہے؟
۲۔۔۔ چار رستم جنگ کے پاس
۳۔۔۔ کون رستم جنگ
۴۔۔۔ آپ کا وفادار
۵۔۔۔ نہیں نہیں میرے لئے وفادار نہیں ہے حرمی دار ہے عصمت شرکار ہے

آدھانی برساترسانا صرافتاب سے لڑتا ہے چاند سرے قمر کو چراتا ہے اور
تار دوسرے لال کو تار دوسرا دھباگ آگ لگی آگ۔

سب کہاں کہاں

سرخیں وہ وہ وہاں وہاں

ناصر:- واہ رے گردش ایام کیسا جنون ہے۔ سچ ہے۔
قہا کسی کے کسی کا غرض حبیب نہ ہو + یہ داغ وہ ہے جو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
سرخیں کا گانا:- تمہیں کون ان ریت سکھائی + سن راجن موری شددہ لہرائی
اے آسمان ظالم تھی بن سنی اتنی درگتی بن سن دھن تچ کر بن نسوں ڈل پل تھیں گن گن
تڑپ تڑپتی کھن اب رہت کہاں ہر اسکیم درشن

تمہیں کون ان ریت

ترجلے نورانی مشعل رات آگئی۔ تاریکی چھا گئی حسرت دارماں نے کھیا ہے قبر پر اندھیرا ہے
غم نے جلایا جسم کو تو، جان کو جلایا۔ گزری ہے آدھی رات اب ارمان کو جلایا
(اپنے آپ کو جلانا چاہتی ہے)

ناصر:- سرخیں، سرخیں

سرخیں:- بیاہ یارب العالمین اے ارمان واداح کے پاک فرشتے مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ
ناصر:- سرخیں تمہارے سامنے بر جو حاضر ہے کوئی غیر نہیں بلکہ تمہارا شوہر ناصر ہے۔
سرخیں:- نہیں نہیں ناصر کو تو موت نے کھایا قبر نے دبایا تم اس کی روح ہو یا سارے
رستم کا قمر کو لے ہوئے داخل ہونا

رستم:- کیوں خیر ہے

ناصر:- خیر ہے با خدا کا قہر ہے، قسمت کا پھر ہے

قمر:- امی جان امی جان

سرخیں قمر میرا قمر۔ مگر تو کون ہے۔۔۔ قمر کی روح قمر کا محبوبت مہٹ جاؤ
پلیٹ جاؤ

باب تیسرا

مکان حماقت بیک

پر دوسرا

حسینہ :- جھنجھٹ کیا سچ تج کوست دیوانی ہو گئی ہے ؟
 جھنجھٹ :- ارے دیوانی کیسی وہ تو سچ مج یا گل ہو گئی ہے دیکھنا اسکے
 پاس نہیں جانا نہیں تو مار پیچھے گی، تو یہ لکڑی اپنے پاس رکھو کام آئے گی
 (خوست کی آواز آتا)

خوست :- جھنجھٹ جھنجھٹ

جھنجھٹ :- کون ہے ۔

خوست :- دروازہ کھول میں خوست ہوں

جھنجھٹ :- بگم نہا جبہ دیکھو وہ دیوانی آپہنچی، خبردار ہو جاؤ ذرا دور سے بات
 کرؤ نزدیک نہ جاؤ۔

حسینہ :- جھنجھٹ تو سچ کہتا تھا ۔ یہ تو سوائے جوتی کے بات ہی نہیں کرتی
 جھنجھٹ :- تو کیا میں حضورؐ کہتا تھا ۔

حسینہ :- بندگی با نوصاحبہ

خوست :- چل دور ہو شیطان زادی، کیا دھوکا دے کر ہے مارنے آتی

حماقت :- با نوسیری بات تو سنو آپ مجھ سے بھاگتی کیوں ہیں

خوست :- تیرا ستیاناس ہو تیرا مزدہ سڑے تیرا چاہنے والا مرے

جھنجھٹ :- ایں آئیں دیکھو اپنے بیٹے کو کیا کوئی ہے

حماقت :- ارے تو، کسی دیوانی ہے کیا میرے گھر چڑھ کر مجھ سے لڑنے آئی ہے

خوست :- نہیں تو کیا تو، لڑے گی

حماقت :- نہیں تو کیا تو لڑے گی

خوست :- دیکھی یہ جوتی ؟

حماقت :- دیکھی یہ لکڑی ؟

چھوٹ :- ہاں اب حج چلی (خوست اور حسینہ کا آپس میں لڑنا)

سلیم :- میں پس کیا ہے ؟ کیا ہے ؟

حسینہ :- ادوں ادوں دیکھو تمھاری ماں میرے گلے پر گئی ہے اور کہتی ہے کہ تو نے

میرے شوہر کو کھیلایا ہے لہجایا ہے ۔

سلیم :- ارے نہیں اماں جان اس نے نہیں کھیلایا لہجایا بلکہ وہ خود دلوانے ہو گئے ہیں وہ دیکھئے وہ سامنے سے آتے ہیں ۔

سب کا چھپ جانا حماقت کا کھنگی کے بھیس میں داخل ہونا

حماقت :- کمبخت بائے بائے کر کے سب حسینوں سے گردن چھوٹی کر دیتی ہے

کی نوبت آئی یہ کہہ کہ محلہ کے ہتھ سے پرانی دوستی تھی تو یہ پوٹاک بھی

مل گئی ورنہ جھاڑو، ٹوکی نہیں ملتی ۔ خلو جی ۔ ۔ ۔ ادھر سامنے سے

حسینہ آتی ہے ذرا سنبھل کر دروہ صاف کر ڈالوں

حسینہ :- او سو تم موجود ہو گئے حسین زمانہ

حماقت :- کہو جاناں، بندگی قبول فرمانا سچ بتانا آج کیسے ٹھاٹ سے ہوا آنا

جیسے ہی آپ کا حکم پایا فوراً کھنگی بن کر یہاں چلا آیا

حسینہ :- کھنگی، پیارے خدا نہ کرے کل تو اگر فوج ملی تو کڑی چھوٹ جائے گی

تو گنڈ مارا بن جاؤ گے

حماقت :- اولیاء گنڈ مارا سے رفتہ رفتہ سوسیلی کے ممبر بن جائیں گے اپنے

غریب بھائیوں کی گردن پر چھری بھر اس کے جو دس پیسے نہ دے سکیں گے

اس پر دس روپے کا ٹیکس لگائیں گے اپنی عزت و حرمت بڑھائیں گے اور

پھر سادہ حماقت بیگ کے عوض خان بہادر حماقت بیگ کہلائیں گے

گانا

صورت میں سیرت میں چندا، سرفن میں کامل ہے بندا

شکل مجھندہ، عقل میں بندہ فاضل قلندر واہ جی واہ

بن کے سنبیر، گھر گھر پھر، ٹیکس لکائے گا بندا، واہ وا خوب نکالا پردھندا
برے بھلے میں سب کے گلے میں ٹیکس کا ڈالوں گا کھیندا۔۔۔ صورت میں سیرت میں
ساروں میں، یاروں میں کھنگی تیاروں میں، دھونی کماروں میں پاؤں گا تام
کرکی پر پھوٹوں گا، یاروں سے انھیٹوں گا، دولت سمیٹوں گا صبح و شام
خان بہادر بن کے دروں گا زروں گا گھر رشوت سے بھروں گا
چال چلو گنت کے، میری تیری جوڑی ایک اندھا ایک کوڑھی مطلب پائینگے بن کے
صورت میں سیرت میں۔۔۔۔۔

حسینہ :- سامنے سے کون آتا ہے شہیدان، تم تھارو دنیا شروع کرو میری جان

جھنجھٹ :- کام گھر میں کوڑا پھیلا رکھا ہے وہ دیکھئے وہاں کھڑا ہے اے اے

حماقت :- ارے ارے مار ڈالا مار ڈالا

جھنجھٹ :- کون ہے ؟ ارے جناب والا

حماقت :- بہت ترے باپ کا منہ کالا

جھنجھٹ :- میں تو سمجھا کہ گھر کا تھارو والا، پر جناب یہ آپ نے کیا سوانگ نکالا

حماقت :- اے سوانگ نکالا محبت نے اس غلت میں ڈالا

جھنجھٹ :- وہ دیکھئے حسینہ آگئی جناب والا

حماقت :- ہاں ہاں یہ تو اتنی دیر میں اتنی بڑھ گئی ہاں شاید شادی کی خوشی رگ

رگ میں جڑھ گئی جو دمنٹ میں اتنی بڑھ گئی۔ اچی ادھر کہاں جاتی ہو

ادھر تو آؤ ذرا منہ تو دکھاؤ

سلیم :- ادھبہ ادھبہ

حماقت :- اچی کسی ادھبہ ادھبہ دکھاؤ تو منہ

سلیم :- اول ہوں

حافظؔ میں بھڑی اول ہوں سے
 خیال مجھے کہ کچھ اے رشک جو رہتا ہے + خلاصاٹ ہو مجھے قصور ہوتا ہے
 سلیمؔ۔ بس آج رنجِ جدائی کا دور ہوتا ہے (اپنے بازوؤں میں جکڑتا ہے)
 حافظؔ۔ رارار اچھوڑ بدن سرا چڑھتا ہے میں ہی براس میں اتنی طاقت کہاں سے
 اکھری اری تو، کون ہے، برقعہ تو کھول اری

سلیمؔ۔ اجی بر تو میں ہوں آپ کی سز سیری
 حافظؔ۔ جی واہ جناب تو آپ نے اپنے بوقوف باب کی طرح مجھے بھی بوقوف بنایا
 سلیمؔ۔ اجی صاف کچھ، جناب میرے دل میں آبا کہ آپ سے دل لگی کروں ایسے میں
 نے یہ سوانگ نکالا کچھ اور خیال نہ کچھ جناب والا
 حافظؔ۔۔۔ اجی آپ بھی کس بات کو لئے مرنے میں سسرال میں تو سب لوگ دولہا کی دل لگی
 کرتے ہیں مگر ہاں جناب وہ آپ کے بوقوف باب کی داستان تو کچھ بے بیان۔
 سلیمؔ۔ ہاں وہ خدا ناک آئی تھی نہ

حافظؔ۔۔۔ جی ہاں
 سلیمؔ۔۔۔ پھر وہ خطا پانے کے بعد سری سٹوڈ کے پاس جا بیٹھے اور بندہ بھی وہاں جا بیٹھا
 حافظؔ۔ کون، آپ جا بہنو چے اور یہ بھی آپ کے بوقوف باب نے اچھوڑ چھپا دیا
 سلیمؔ۔۔۔ اجی! ذرا بھی نہیں جانا
 حافظؔ۔۔۔ بہت ترے کدھے کی اسی عسی

سلیمؔ۔۔۔ پھر مارے عصہ کے مجھ سے زرا لگیا تو میں نے اپنی پوشاک یوں اٹاڑا اور حوا یک
 نقلی وار بھی شکل بدلنے کے لئے لگائی تھی اسکو بھی یوں نکال ڈالا تب معلوم ہوا کہ یہ سلیم تھا
 حافظؔ۔۔۔ کون سلیم؟ اور یہ کون خواست اس کو کس نے یہاں لا کھڑا کیا تھا کہ بولنے میرا
 ڈر اڑانے کو پہلے ہی بارود بھار کھا تھا

سلیمؔ۔۔۔ کہوں ابا جان اب کیسی کہی
 حافظؔ۔۔۔ بری کہی

خوست :- گیوں رے رے یہ کیا ڈھنگ نکالے ۔
 جھنجھٹ :- ارے چھوڑ چھوڑ میرے کان توڑ ڈالے
 کھانفت :- سوئے نایاک اتنی لمبی وارھی اور جھاڑو والے کی پوشاک
 حماقت :- خوست وارھی چھوڑ نہیں تو چلو کھر پانی میں ڈوب کر مر جاؤں گا
 خوست :- مر جاؤں گا ؟

سلیم :- چھوڑو اماں جان پر سب سوڑی جھنجھٹ کی کارستانی ہے

حماقت :- باں ورنہ میں سدھا سا دھا کھولا کھالا
 حسنین :- اسی نے حجے لے لیا تھا کہ خوست دیوانی ہے
 خوست :- اور مجھے سے بھی اسی نے لیا تھا کہ حسنین دیوانی ہے
 جھنجھٹ :- تو اکیس کیا حیرانی ہے یاروں کی کارستانی ہے ذرا سنئے مہرے کی کہانی ہے
 حماقت :- کھڑ جا بچہ میں تیری ٹانگ توڑے دیتا ہوں
 جھنجھٹ :- ارے میرے باپ رے

سلیم :- جانے دوا با جانے دو

حماقت :- بہت ترے کی سب بھاگ گئے بابا بابا ۔
 خوست :- سوئے اتنی ذلت یا کے بھی مہتا ہے ۔

حماقت :- دیکھ خوست وارھی کی دل لگی اچھی نہیں ورنہ مارا ماری ہو جائے گی
 (خوست کا وارھی پکڑے ہوئے لے جاتا) ۔

باب عیسرا جنگل پرودہ عیسرا

دجائیز کانس فوج کے آنا

جنگیز :- ناکامی ، بدنامی ، ذلت ، شکست ، سیاہی اور عورت دونوں کمزور نام کے ساتھ اور
 کام کے جو دشمن بڑھتے ہی جاتے ہیں کون ؟ رستم جنگ آیا کیسا دلیر کیا شیر کاش
 اس آدمی شہت میرے سپاہیوں میں بھی ہوتی ۔ کون میرے سپاہی ہیں
 سپاہی نمبر :- تھرائنی جہاں پناہ تھرائنی

چنگیز :- نہر الہی ! یہ میں کیا سنتا ہوں میرے ہوش اڑے جاتے ہیں دماغ میں چکر اڑنے میں
 سیاہی :- جہاں خاقان، زندگی کے ارماں، موت کے طوفان ہمارے قدم نہیں چھنے دیتے اس ان
 (سامنے سے ناصر کا دکھائی دے جاتا)

چنگیز :- کون ؟ میرا شکار، ناصر بدشمار :-
 اوداسیدوں کو میری خاک بنانے والے + یہ کہاں بول تیری جان بچانے والے
 ہوتا ہے فاتحہ تیرے کبر و غرور کا

سہمی نمبر :- لائیے سر کاٹ لوں اس پر غرور کا
 چنگیز :- نوشاہہ نو آتا ہوا دیکھ کر کون خوشوار دیوانی، مرنے کے بعد حریل
 نوشاہہ :- نہ جب تلک نو، نزار ہوگا + ذلیل در سوانہ خوار ہوگا
 نہ چین پاوے گی روح سیری نہ صبر دل سے دو چار ہوگا
 نہ تیرا جب تک مزار ہوگا نہ ہوگی رنج دالم سے سیری
 ہمیشہ خالی مزار ہوگا نکل کے کھٹکے گی روح سیری
 چنگیز :- رکتی ہے بعد مرگ جفا کا اثر + کیا خوف ہے اس تیزی گفتار کا اثر
 کڑھتی ہے روح میری تو لیتا ہوں امتحاں + ہوگا نہ تیرے جسم پر تلوار کا اثر

سیاہی :- اے لوعوض میں اپنے برادر کے خون کا

چنگیز :- رستم یہ تو نے کام کیا کیا جنون کا

رستم :- حالت دگر نتیجہ ہے بد کام کا یہی + دنیا میں اہل ظلم کا انجام ہے یہی

نوشاہہ :- نکوئی اور کھلائی کا جو کہ بار نہیں + وہ اس جہاں میں کسی کا بھی دوستدار نہیں

چنگیز :- رستم میرا غصہ کچھ کو دوست سمجھ کر چھوڑتا ہے اور تو مجھ پر یہ رستم نوڑتا ہے

لینا ضرور اسکا عوض تیری جان سے + مجبور ہوں کہ دوست کیا ہے زبان سے

رستم :- جہاں میں تیرے ستم سے محالہ ہوا ہے + جہاں کا گر ہے تو، دشمن تو پہلے میرا ہے

چنگیز :- چر کے دیتا ہے حکم میں نشہ جرات + یوں سمجھتا گر نہیں تو اب کچھ تلوار سے

(چنگیز کا اور رستم کا لڑنا چنگیز کی تلوار کر جاتا)

رستم :- بول اب تیرا وہ غور کیا ، نشہ قلم کا کدھر گیا

ناصر و نوشاہ :- رحم بہادر رستم رحم
رستم :- عالی جاہ اگر اس نے آج تک لکھی پر رحم کر کے دکھایا ہوتا تو مجھے بھی آج اس پر رحم
جنگیز :- سب سے بڑا رحم تو یہ ہے کہ کسی طرح تیرا سینہ چاک کر ڈالو
ناصر :- نہیں نہیں اسے اتنی ہمت دو کہ یہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے

رستم :- خیر لا چاری بکالا تاہوں حکم سرکاری
نیری نا کافی قسمت نہ کسی آن گئی + جان کس کام کی جب آن گئی شان گئی
نہ تو شیشہ کی ملا اور نہ سا غریبا + راقیا بے بری کفل سے چلے پھر پاپا

نوشاہ :- میں کیا ہے ؟

ناصر :- کچھ خیر ہے ؟

جنگیز :- دیجیے لی دنیا بس ملک عدم کی سر ہے

رستم :- کیوں ؟ قتل کی دہشت طاری ہوئی جو خود کشی کی تیاری ہوئی

جنگیز :- آف اگر قتل سے ڈرتا تو خود کشی کر کے کیوں مرتا

سکے سمجھے تھے سیرے پر کوہ اور انبوہ میں + نزلہ تھا نام سے سیرے زمین و کوہ میں

بھاگتے تھے مرد میدان ٹھوکریں کھاتے ہوئے + شیر سیرے سائے آگے تھے حقرا تے ہوئے

لیک قسمت سے یہ سارا دولہ جاتا رہا + ایسی ذلت دی کہ جینے کا مزہ جاتا رہا

ناصر :- اے کاش ! اگر یہ پہلے خیال ہوتا تو آج تک اتنا ظلم و خوں کیوں ہوتا

جنگیز :- عزیز ناصر سیرے تھیلے گناہوں کی بادیرے دل میں چھریاں چھوڑی کج ذات میں ڈوبی ہو

بروز حشر لا کھوں میں شتر سار کرے + دعا کر دو کہ خدا میرا بڑا پیار کرے

رستم :- اے بہادر سردار اب آپ کو بھی اس بے گناہ کی طرف سے دل صاف کرنا چاہیے جب شی

آجی خواجگاہ سے قمر کو لے کر فرار ہوا تو انھیں ریاہوں سے راستہ میں دوچار ہوا جواب کا

حکم بجالانے تھے معنی اس بگناہ کو قتل کیا جاتا ہے ، پہلے تو ان کو سمجھا یا جب ان کے

خیال میں نہ آیا تو میں نے ان سے لڑا کہ نوشاہ کو چھڑا لیا ۔

جنگیز :- شاباش نوشاہی خدا کے علاوہ تیرا بھی گناہگاروں معافی کا طلبگاروں
 نوشاہی :- اٹھو پیارے شوہر اٹھو مجھے ایک ساعت ود خوشی حاصل ہوئی ایکسرتو
 تمہارا راہ نیک پر آنا دوسرا بہن مرہیں کا حکیم کے علاج سے دوبارہ ہوش میں آنا
 جنگیز :- عزیز ناصر سیری خوشی ہے ایک خوشی کا دوبارہ سفر ہوش میں میرے ہاتھ
 سے تاج تمہارے زیب سر ہو۔

ناصر :- صبحی مرضی

باب تیسرا آخری دربار پر وہ چوتھا

جنگیز :- دنیا کی بادِ سروری تاج و عدالت کسری
 مل کر مبارک باد دے جن ملک خرد و پری
 تاحشر محو وار ہو ہر رنج سے آزاد ہو
 دروازہ غم بیدار ہو، بادِ جہاں کی سروری
 سب :- شادماں شادماں، دل شاد ہو آباد ہو، تاحشر محو وار ہو، دروازہ غم بیدار ہو،

بادِ جہاں کی سروری

حاجت :- حضور آپ نے تو تاج پہنایا مگر بندے کو کچھ انعام نہ عطا فرمایا
 عقل دیتے وقت اللہ میاں بھول گئے اور اب انعام دیتے وقت آپ بھی
 بھولے جاتے ہیں کوراٹ رہا ہے۔

جنگیز :- سچ ہے سچ ہے مرزا صاحب آج ایسا خوشی کا دن آیا اور آپ نے انعام نہ پایا
 حاجت :- نہیں حضور ابھی تک تو کچھ نہ پایا۔

جنگیز :- مل جائے گا مل جائے گا۔

حضرت :- اچھا چلو آج سے آپ کو کھیاروں کا جمعہ دار بنایا۔

حاجت :- چپ نے نالائق سہیلیاں۔ مبارک تمھیں شادی و شادمانی
 (سہیلیوں کا ناچنا اور گانا پردے کا دھیرے دھیرے کرنا) (ختم شد)

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف / مرتب	مطبع / ناشر	سال تصنیف ترتیب اشاعت
(۱)	آفتاب محبت	آغا حشر کشمیری	جواہر الیسر پریس بنارس	۱۸۹۶ء
(۲)	آغا حشر دوانی کے ڈرامے	سید وقار عظیم	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی	۱۹۶۸ء
(۳)	اسیر حرص	آغا حشر	دیاسنگھ اینڈ سن لاہور	۱۹۱۵ء
(۴)	اردو میں ڈراما نگاری	بادشاہ حسین	شمس المطالع پریس حیدر آباد	۱۹۲۵ء
(۵)	اردو میں ڈرامہ	ڈاکٹر قمر رئیس	سرمد بک ڈپو علی گڑھ	۱۹۶۳ء
(۶)	اردو ڈرامے کی تاریخ و تنقید	عشرت رحمانی	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	۱۹۶۵ء
(۷)	اردو ڈراما میں ہدایت و تخریب	ڈاکٹر عطیہ نشاۃ	نیشنل آرٹ پریس الہ آباد	۱۹۶۳ء
(۸)	آئینہ کاغذ اور روایت	منظفر حسین نسیم	انارکلی کتاب گھر لاہور	۱۹۵۶ء
(۹)	اردو فقیر (۱۹۷۸ء)	ڈاکٹر عبد العظیم نامی	انجمن ترقی اردو کراچی	۱۹۶۶ء
(۱۰)	اردو کا پہلا لکھائی	ڈاکٹر فصیح احمد صدیقی	علوی بک ڈپو ممبئی	۱۹۶۳ء
(۱۱)	ڈرامہ ادب	" "	" "	جولائی ۱۹۶۳ء
(۱۲)	ڈرامہ دوم	" "	" "	اپریل ۱۹۶۳ء
(۱۳)	آغا حشر کشمیری اور اردو ڈراما	ڈاکٹر انجمن آرا بگیم	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	۱۹۶۹ء
(۱۴)	آغا حشر اور ان کے ڈرامے	عبد القدوس نیرنگ	دوبی شکیٹ ٹائٹل اکادمی لکھنؤ	۱۹۶۸ء
(۱۵)	باب کا گناہ	حکیم احمد شجاع	نانج مکھن لکھنؤ	۱۹۶۳ء

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف / مرتب	مطبع / ناشر	سال تصنیف سن اشاعت
(۱۵۱)	پہلیکرافتہ اردو ڈراما	ڈاکٹر عبد الحلیم نامی	ادرس نیل کالج ایک ڈیو پبلی	۱۹۶۹ء نومبر ۱۹۶۹ء
(۱۵۲)	تاریخ نظم و نثر اردو	آغا محمد یار ایم اے	آزاد ایک ڈیو ایم آر	۱۹۶۵ء
(۱۵۳)	چہرے	شورش کاشمیری	بہادر شاہ مارکیٹ کراچی	~
(۱۵۴)	سرت موہالی آباد	ڈاکٹر احمد علی	ادبستان نظام پور گورنمنٹ	۱۹۶۳ء
(۱۵۵)	گلزار نسیم منوی	منبت دیبا شکر نسیم	رام نارائن محل سنی ماہیوالہ آباد	۱۹۶۵ء
(۱۵۶)	نکھتر کا کراچی اسٹیج	منو حسن منوی	نظامی پریس لکھنؤ	۱۹۶۹ء
(۱۵۷)	نکھتر کا شاکی اسٹیج	~	~	~
(۱۵۸)	نائک ساگر	نور الہی محمد عمر	شیخ مبارک علی لاہور	۱۹۶۴ء
(۱۵۹)	سندھستانی ڈراما	صفدر آہ	مکتب جامعہ دہلی	۱۹۶۳ء
(۱۶۰)	باد گلزار زحمت	نکاحم زرقانی	فرحت سموریل کمپنی حیدر آباد	۱۹۵۱ء
(۱۶۱)	اردو کے اہم ڈراما نگار	ابراہیم دوست	مالوہ پبلشنگ ایڈس لاہور	۱۹۸۲ء
(۱۶۲)	باد گلزار حشر	بہل احمد کدھلہ	نارائن وٹ سمگل اینڈ سنس لاہور	۱۹۶۳ء
(۱۶۳)	تجلیات حشر	سید فضل احمد	تاج کمپنی لاہور	~
(۱۶۴)	مخادقہ ملی تحصیل	فرخ	شور و یک لاہور	~
(۱۶۵)	ایک حشر کے ڈراموں کا تفصیلی مطالعہ	ڈاکٹر محمد شفیع قہوڑی	اردو پبلشرس لکھنؤ	زیر طبع

English Books.

1. The Dramatic works of Richard Brinsley Sheridan. Oxford University Press
London, New York and Toronto 1906

2. The History of the Indian National Cong. Vol. 1

Palla Bhai Sila Ramayya &

Padam Publications Ltd. Bombay 1946.

3. A Story of English Literature

By Arthur Compton - Rickett

Pub. Thomas Nelson & Sons 1956

اس کے علاوہ اردو ہندی اور انگریزی کے متعدد رسائل، اخبارات کے استفادہ حاصل کیا گیا ہے مثلاً اردو میں،

آجکل دہلی، ادب لطیف لاہور، ادبی دنیا لاہور، قومی راج کلکتہ، قندھبی شاعر مہی، فروغ اردو گھنٹہ، فنون لاہور، کارواں لاہور، چوچ کلکتہ، نگار لکھنؤ، جہن کاہنور، نوائے ادب مہی، ہمدرد کاشمیر، نیرنگ خیال لاہور، تحریک دہلی شرب کراچی، ساقی دہلی، اور ہمایوں لاہور وغیرہ ہندی میں ان رسائل و اخبارات کے فائدہ اٹھایا گیا۔

1. دैनिक मध्य प्रदेश डा० गणेशी जलाल भा०सी १९६०

2. आरंभ का नशा भा० हा० का० भा० चरखा १९३६

3. 'मा चुरी' अ० द० भट्ट करन १९२८

4. दैनिक आंध्र का १९५५ पूर्ण ग० न० का १९५५ १९६६

5. वंग भारत भा० हा० वि० भा० डा० भा०

(परिचय, ऐतिहासिक और साहित्यिक) करन १९१०

हिन्दी गद्य का उदय व विकास डा० का० भा० भा०

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں اور رسالوں سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

Label Library

Acc. No. 257632

27-2-86

~~Received by~~
~~Aug. 1964~~
~~Head-100~~

BA



Ailama Iqbal Library



257632

Handwritten text, possibly a signature or date, located in the upper right corner of the page.





**ALLAMA
IQBAL LIBRARY**

**UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN**